Manbeli
21-4-51
No. 17

وزارتی مشن

Sh... Library & Reading ...
No 17
Dated
JAMMU.
...arika Mandir Rehari

6

See Page 40

R.P. SABHA AMPHALLA
LIBRARY
No
Date
JAMMU

رجنی پام دت

No. 17

وزارتی مشن

پھوٹ ڈالنے اور حکومت کرنے کی نئی سازش

از

رجنی پام دت

قومی دارالاشاعت ۔ مال روڈ ۔ لاہور

قیمت چھ آنے

- وزارتی مشن کی اسکیم سے ہندوستان کو آزادی نہیں ملے گی
- برطانوی سامراجی ابھی ہندوستان چھوڑنا نہیں چاہتے ہیں
- سیاسی پارٹیوں کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے ہندوستان کو آزادی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔
- ہندوستان کی آزادی کی لڑائی ابھی جیتنا باقی ہے۔

تمہید

ہمیں برطانیہ کے مشہور کمیونسٹ لیڈر رجنی پام دت کی یہ مختصر سی کتاب چھاپتے ہوئے بڑی مسرت ہے۔ انہوں نے یہ کتاب وزارتی مشن کے تصفیہ اور اس سلسلہ کے دوسرے حالات کے متعلق لکھی ہے۔

پام دت کو ہزاروں آدمی مشہور عالم انگریزی کتابوں "آج کا ہندوستان" "فاشزم اور معاشرتی انقلاب" اور "دنیا کی سیاست" کے مصنف اور مشہور انگریزی رسالہ "لیبر منتھلی" کے اڈیٹر کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ وہ اب سے پہلے کبھی ہندوستان نہیں آئے۔ سامراجی حکومت کو ڈر تھا کہ وہ یہاں اس کے خلاف "زہر" پھیلا دیں گے۔ اسی لئے انہیں پاسپورٹ نہیں دیا جاتا تھا۔ انہیں ہندوستان اور اس کی آزادی سے بڑی ہمدردی اور محبت ہے اور وہ اپنا کام کتابوں۔ رسالوں اور تقریروں کے ذریعہ کرتے رہے۔

اس سال بڑے انتظار کے بعد آخر کار انہیں یہاں آنے کا موقع مل گیا۔ وزارتی مشن ہندوستان آنے والا تھا۔ برطانیہ کی کمیونسٹ پارٹی کے اخبار "ڈیلی ورکر" نے انہیں یہاں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ تاکہ وہ یہاں کی گفت و شنید کے متعلق تفصیلات معلوم کریں اور وہاں بھیجیں۔ چنانچہ وہ شروع اپریل میں ہمارے ملک میں آئے۔

وہ وزارتی مشن اور ہندوستانی لیڈروں کی بات چیت کے پورے عرصہ میں ہندوستان ہی میں رہے۔ اس دوران میں انہوں نے ملک کے مختلف حصوں کا بھی

دورہ کیا اور عوام کی بڑھتی ہوئی تحریک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انہوں نے دہلی اور شملہ کے وہ سانحے بھی دیکھے جبکہ برطانوی سامراج کے یہ تین نمائندے کانگریس کو لیگ سے اور لیگ کو کانگرس سے لڑا کر چالیس کروڑ ہندوستانیوں کا مذاق اڑا رہے تھے۔

ختم چون پر انہوں نے وزارتی مشن کے یہ بلند بانگ دعوے بھی سنے کہ انہوں نے اپنی پوری کوشش سے کانگریس اور لیگ کو ایک جگہ کر دیا اور ہندوستان اب پوری طرح آزادی کے راستہ پر گامزن ہے۔ پام دت کو یہ معلوم تھا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ سامراجیوں کا پریس پر اتنا کنٹرول ہے کہ برطانیہ کے بہت سارے لوگ مشن کی باتوں کو سچ مان لیں گے۔

اس لئے انہوں نے یہ کتابچہ لکھا ہے تاکہ انگلستان کے لوگوں کو بتلائیں کہ وزارتی مشن ہندوستان کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکا ہے۔ نہ ہی ہندوستان کو آزادی ملی ہے بلکہ اس نے غلامی کا ایک نیا جال بنا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے دیس کے لوگوں کو اور خود انگلستان کے لوگوں کو اور زیادہ مصیبتیں جھیلنی ہوں گی۔

ہم ان کی یہ کتاب اس لئے شائع کر رہے ہیں تاکہ ہندوستانیوں کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ برطانوی مشن کے ہندوستان آنے کا نتیجہ کیا نکلا۔ اور انہیں بھی اس کا پوری طرح احساس ہو جائے کہ ہمیں اس فیصلہ کے خلاف سخت جدوجہد شروع کرنی چاہیئے۔ تب ہی ہم آزادی کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔

گنگادھر ادھیکاری

"پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کا نیا دور

"ہم تو ہندوستان کو آزادی دے رہے ہیں۔ لیکن ہندوستانیوں میں آپس میں اتنی پھوٹ ہے کہ جب انہیں یہ پیش کی جاتی ہے تو اسے قبول نہیں کرتے۔"

یہ ہے وہ تصویر جو برطانوی عوام کے سامنے وزارتی مشن کی اسکیم اور اس کے بعد کی مشکلات کے متعلق بنتی ہے۔

کیا یہ سب ٹھیک ہے؟ نہیں بلکہ اس کے برعکس اس سے ہم بالکل غلط راستہ پر جا لگتے ہیں۔ ہندوستان کے حالات کے متعلق عام لوگوں کو بالکل گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اس کی سخت ضرورت ہے کہ حالات کا صحیح اندازہ ہم وقت پر لگا لیں۔ ورنہ حقائق خود ہمیں اس غفلت سے بیدار کر دیں گے اور یہ کچھ خوشگوار نہیں ہوگا۔

اس مختصر سے تبصرہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ بتلایا جائے کہ

۱۔ وزارتی مشن کی اسکیم سے ہندوستان کو آزادی نہیں ملے گی

۲۔ برطانوی سامراجی ابھی ہندوستان چھوڑنا نہیں چاہتے۔

۳۔ سیاسی پارٹیوں کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے ہندوستان کو آزادی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح اس کی وجہ سے ہم کسی اور ملک کو محروم نہیں کر سکتے۔

۴۔ ہندوستان کی آزادی کی لڑائی ابھی جیتنا باقی ہے۔

متضاد نقطہ نظر

وزیر اعظم مسٹر اٹیلے نے لیبر پارٹی کی کانفرنس میں جون ۱۹۴۶ء میں اعلان کیا :-

"جو آزادی ہم اپنے لئے چاہتے ہیں اسی آزادی کا ہم دوسروں کے لئے بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم اس آزادی کا نہ صرف اعلان کرتے ہیں بلکہ کچھ اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں۔ ہم اس کو عملی شکل بھی دیتے ہیں۔ ہندوستان کو دیکھئے"

اس طرح لیبر پارٹی کے صدر مسٹر لاسکی نے ایک بیان میں جو ہندوستانی اخباروں میں ۲۳ مئی ۴۶ء کو شائع ہوا ہے کہا ہے۔

"جدید تاریخ کا غالباً یہ سب سے اہم واقعہ ہے کہ ایک سامراجی قوت نے بغیر کسی تشدد کے اپنا سارا اقتدار ایک محکوم قوم کے حوالہ کر دیا۔ اور مجھے امید ہے کہ ہندوستانی قوم پرست لیڈر اس قیمتی تحفہ کی قدر کریں گے"

نئی دستوری تجویزوں کے متعلق ان خیالات کو ساری دنیا کے اخباروں میں خوب اچھالا گیا۔ خاص طور سے برطانوی و امریکی پریس نے تو برطانیہ کی اس "قربانی و ایثار" پر زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔

لیکن دوسری طرف ہندوستان میں اس نقطہ نظر کو قبول نہیں کیا گیا۔

کل ہند کانگرس کمیٹی نے جو ہندوستانی قومی تحریک کا سب سے بڑا ادارہ ہے یکم جون ۱۹۴۶ء کے اعلان نامہ میں وزارتی مشن کی تجویز کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور بتلایا ہے کہ

"..... یہ تجویز اس سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے جو مسٹر ایمری اور مسٹر چرچل نے مارچ ۴۲ء میں ماننے پر تیار تھے۔

اس میں آزادی کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس کی راہ میں اتنی رکاوٹیں ہیں کہ اس کو آزادی کا نام دینا ہی حماقت ہے۔

یہ برائے نام دستور ساز اسمبلی صرف نام کی خود مختار ہوگی۔ اس میں پابندیوں رکاوٹوں اور تحفظ کا اتنا بڑا جال پھیلا ہوا ہے اور ایک مفاد کو دوسرے مفاد کے مقابلہ میں اس طرح رکھا گیا ہے کہ اس میں آزاد اور خود مختار ہندوستان کا تصور کرنا ناممکن ہے۔

سامراجیوں نے فرقہ واری اور جاگیرداری مفادات کو ہمیشہ اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ اب اس برائے نام آزاد ہندوستان میں ان کو مؤثر حیثیت دی گئی ہے جس سے بجا طور پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ برطانوی حکومت اپنے پیش رووں کی روایتی پالیسی ترک کرنا نہیں چاہتی۔"

اور ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کے سکرٹری پورن چند جوشی نے اس تجویز کے متعلق ایک بیان میں کہا ہے۔

"..... یہ سامراجی تجویز ہے تاکہ ہندوستان کو برطانیہ کا سب سے بڑا مقبوضہ بنائے رکھا جا سکے ..... اس تجویز کا مقصد یہ ہے کہ ہندو مسلمانوں کے اختلافات بڑھیں اور ان کے اپنے پٹھو۔ دیسی رجواڑوں کو مرکزی حیثیت حاصل رہے ..... اس سکیم کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو مکمل آزادی نہ ملنے پائے اور وہ ہمیشہ آپس میں لڑتے رہیں۔"

ہندوستانی اور برطانوی نقطہ نظر میں اتنا فرق کیوں ہے؟ ایک طرف اتنی بے اطمینانی ہے اور دوسری طرف اپنی اتنی تعریف کی جا رہی ہے؟

کیا برطانوی مشن کی تجویز میں ہندوستان کی کامل آزادی کو تسلیم کر لیا گیا ہے اور برطانوی سامراج نے اپنا اقتدار اٹھا لینے پر آمادگی ظاہر کی ہے؟ یا برطانوی سامراج کے دستوری سمجھوتوں کی یہ ایک آخری کڑی ہے؟ تاکہ نئے بدلے ہوئے حالات میں جبکہ ہندوستان میں آزادی کا مطالبہ اس تیزی سے بڑھ رہا ہے ایسی تجویز پیش کی جائے کہ بظاہر وہ آزادی کا پروانہ معلوم ہو لیکن اصل قوت برطانیہ کے ہاتھ ہی میں رہے؟

کیا نئی تجویزوں میں ہندوستان کی آزادی کو تسلیم کیا گیا ہے؟ یا صرف بظاہر آزادی کا ڈھونگ رچایا گیا ہے۔ اور عملی طور پر اتنی رکاوٹیں اور پابندیاں لگا دی ہیں کہ سارا مقصد ہی فوت ہو جائے۔

یہ جو اتنی پابندیاں لگائی ہیں تو کیا یہ ہندوستان کی فرقہ واری یا سیاسی پھوٹ کے پیش نظر ضروری تھیں۔ یا یہ پابندیاں اس لئے لگائی ہیں کہ ان کو چالاکی سے اس طرح استعمال کیا جائے کہ آزادی کی منزل کبھی قریب نہ آسکے۔

یہ سوالات برطانیہ کی لیبر پارٹی اور جمہوری رائے عامہ کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ہندوستان کی آزادی کے اصول کو مان لیا ہے اور اس کو عملی شکل دینا چاہتی ہیں۔

ہندوستان آزادی کیوں چاہتا ہے

آج ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ انصاف اور وقت کا یہ تقاضا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ فوراً تسلیم کر لیا جائے۔

اپنی آزادی کی حفاظت اور یورپی اقوام کو بیرونی حملہ آوروں اور حکمرانوں سے آزادی دلانے کے لئے ہم اتنی بڑی لڑائی لڑ چکے ہیں تو پھر ہم ہندوستان پر ایک بیرونی قوم کے تسلط اور اس کی غلامی کی کس طرح تائید کر سکتے ہیں؟

اس جنگ میں ایک مرتبہ پھر ثابت ہو گیا کہ سامراج شاہی بالکل ناکارہ ہو چکی ہے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ جنگ اپنے شباب پر تھی۔ دشمن ہندوستان کے دروازہ پر پہنچ گیا تھا۔ یہ ملک اس وقت بھی اس قابل نہیں تھا کہ اپنے تمام وسائل لگا کر بھی ایک موٹر انجن یا ایک ہوائی جہاز بنا سکے۔ دو سو سال کی برطانوی حکمرانی کا یہ نتیجہ تھا۔ اس عرصہ میں برطانوی سرمایہ داروں اور تاجروں کے مفاد کے لئے اس وسیع ملک میں کسی قسم کی صنعتی ترقی نہیں ہونے دی گئی۔

معاشی زندگی کی طرح معاشرتی زندگی میں بھی کچھ کم تباہ حالی نہیں ہے ایک ہندوستانی کی اوسط عمر ۲۷ سال ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں ایک انگریز کی اوسط عمر ۵۶ سال ہے۔ قومی آمدنی فی کس فی یوم ۲ پنس (تقریباً ۲ آنے) ہے غیر ماہر عورت کو روزانہ ۶ پنس (چھ آنے) اجرت ملتی ہے۔ (کھیت مزدوروں کو تو اکثر اس سے بھی کم ملتی ہے) اور ماہر مزدور کو زائد سے زائد فی ہفتہ ایک پونڈ (تیرہ روپیہ کے قریب) اجرت ملتی ہے۔ اور آج کل جبکہ قیمتیں جنگ سے پہلے کے مقابلہ میں تین گنا بڑھ گئی ہیں۔ غیر منظم صنعتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے لئے کوئی قانونی حفاظت نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے دو تین پنس پر سارا سارا دن کام کرتے ہیں۔ نہ کہیں بے روزگاری کے بیمہ کا رواج ہے اور نہ بیماری یا بڑھاپے کے بیمہ کا۔ شہروں میں مکانوں کی حالت بے انتہا خراب ہے۔ ایک ہی جگہ میں اتنے آدمی اتنے گندہ ماحول میں رہتے ہیں کہ دنیا کے کسی حصہ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ ایک کمرے میں جس میں نہ ہوا کا گزر ہوتا ہے اور نہ روشنی

کا اکثر کئی کئی خاندان رہتے ہیں۔ بعض وقت ایک کمرے میں رہنے والوں کی تعداد بیس سے تیس تک پہنچ جاتی ہے۔ بمبئی کے نئے اعداد و شمار کے لحاظ سے ایک کمرے میں اوسطاً سات آدمی رہتے ہیں۔ آبادی کا بڑا حصہ تعلیم سے محروم ہے۔ اور تقریباً ۴/۵ حصہ بالکل جاہل ہے۔

آبادی کا بڑا حصہ کسانوں پر مشتمل ہے اور ان کی حالت تو اور سب سے تباہ ہے صنعتی ترقی نہ ہونے کی وجہ سے زمین پر بار بہت بڑھ گیا ہے۔ وہ بالکل ابتدائی طریقوں سے لکڑی کے ہلوں کی مدد سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر کاشت کرتے ہیں جو کچھ وہ پیدا کرتا ہے اس کا بڑا حصہ زمیندار حکومت اور ساہوکار ہتھیا لیتے ہیں اور اس کے پاس اتنا کم بچتا ہے کہ زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے فاقہ کشی اور بیماریاں تو عام ہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق بنگال کے قحط میں پندرہ لاکھ آدمی مر گئے اور غیر سرکاری اندازہ تو تیس لاکھ کا ہے۔ آج کل تو اس سے بھی بڑا اور بھیانک قحط ملک پر چھایا ہوا ہے۔

سیاسی نقطہ نظر سے سامراجی حکومت کا دیوالیہ پن جتنا جنگ کے زمانہ میں ظاہر ہوا اتنا شاید کسی اور زمانہ میں ظاہر نہیں ہوا ہوگا۔ برطانیہ کا حکمران طبقہ ایک زمانہ تک نازی جرمنی اور جاپان کی حمایت کرتا رہا اور اس حمایت سے منہ موڑنے سے بہت پہلے سے ہندوستانی قومی تحریک فاشزم کی عملی مخالفت کرتی آئی تھی اور چین۔ ابی سینیا اور اسپین کی حمایت کرتی رہی تھی۔ اس کے باوجود برطانوی حکمران اس جنگ میں ہندوستان کی قوم تحریک کی حمایت حاصل نہ کر سکے۔ قومی تحریک نے متحدہ اقوام کی جنگ آزادی میں اپنے تعاون کی پیش کش کی تھی بشرطیکہ ہندوستان کی آزادی تسلیم کر لی جائے لیکن اسے چرچل کی حکومت نے جس پر ٹوری غالب تھے رد کر دیا۔ اور اس کے بدلے قومی تحریک کو کچلنے کی

کوشش کی گئی۔ امریکہ اور چین نے ہندوستان کی آزادی کے لئے دباؤ ڈالا تو اس کی بھی مزاحمت کی گئی۔ پورے جنگ کے دوران میں سیاسی تعطل رہا اور قومی لیڈروں کی بڑی اکثریت جیلوں میں بند کر دی گئی۔

جنگ نے معاشی خلفشار اور زیادہ بڑھا دیا۔ افراط زر اور نفع خوری اپنے عروج پر پہنچ گئے۔ ان کو کنٹرول کرنے اور راشن بندی کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی نوٹ چھاپنے والے پریس رات دن کام کرنے لگے۔ ہندوستان کے سارے وسائل لوٹ لئے گئے اور اس کا کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا سوائے اس کے کہ برطانیہ پر کاغذی قرضہ بڑھتا رہا۔ قیمتوں میں تین گنا اضافہ ہو گیا اور سارے ملک پر قحط کے بادل چھا گئے

آج ہندوستان ان تمام حالات کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہے۔ آزادی کی تڑپ آج ہر شخص کے سینے میں موجود ہے۔ سامراج شاہی اب پرانے ہتھیاروں سے اس ملک پر حکومت نہیں کر سکتی۔

وزارتی مشن ہندوستان کیوں آیا؟

جنگ کے بعد فاشزم کی شکست کے ساتھ ہی ساری دنیا میں قومی آزادی اور جمہوریت کی لہر دوڑ گئی۔ سامراجی قوتیں کمزور ہو گئیں۔ عوامی قوتیں ابھرنے اور مورچہ پر مورچہ فتح کرنے لگیں۔ آزاد یورپ کے عوام تیزی سے آگے بڑھنے لگے اور نیا اور ترقی یافتہ جمہوری نظام اپنے ملکوں میں قائم کرنے لگے۔ ایشیا میں جو قومیں جاپانی قبضہ سے آزاد ہوئیں۔ انہوں نے سامراجی غلامی میں

دوبارہ جانے سے انکار کر دیا۔ برما اور ملایا میں بہت بڑی عوامی اور آزادی کی تحریکوں نے جنم لیا۔ اگرچہ کہ سامراجیوں نے اپنی فتح کے بعد انہیں کچلنے کی پوری کوشش کی۔ انڈونیشیا کی جمہوریت برطانوی اور ڈچ سامراجی فوجوں کے حملوں کے باوجود اپنی جگہ قائم رہی۔

جنگ کے بعد برطانوی سلطنت میں ہر جگہ آزادی کی تحریکیں اُبھرنے لگیں مصر فلسطین۔ مشرق وسطیٰ۔ برما۔ ملایا۔ انڈونیشیا غرض کہ ہر طرف نئی جمہوری تحریکیں اُٹھنے لگیں۔ ان سب سے بڑھ کر ہندوستان کا سوال آیا اس لئے کہ اسے برطانوی سلطنت میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ سب سے بڑا مقبوضہ ملک ہے۔ اس میں ساری برطانوی سلطنت کی ۳/۴ آبادی بستی ہے اور ساری مقبوضہ آبادی کی ۲/۳۔ برطانوی سامراج جنگ کے بعد سے ایک نہایت خطرناک چال میں مصروف ہے اور امریکہ کے سامراجیوں کے ساتھ مل کر سوئٹ روس اور یورپ اور ایشیا کی اُبھرتی ہوئی جمہوری قوتوں کے خلاف ایک محاذ بنانا چاہتا ہے۔ اسپین سے لے کر یونان۔ ایران اور مشرق بعید تک سازشوں کا ایک جال بچھایا جا رہا ہے۔ لیکن اس میں مرکزی حیثیت ہندوستان کو حاصل ہے۔ ہر نقطہ نظر سے ہندوستان سے تصفیہ کرنا ضروری ہے۔

خود انگلستان میں اس عرصہ میں رجعت پسند ٹوری پارٹی کو سخت شکست ہوئی۔ برطانیہ کے لوگ ٹوری پارٹی کی اندرونی اور بیرونی پالیسی اچھی طرح بھگت چکے تھے۔ انہوں نے لیبر پارٹی کی اکثریت کو منتخب کیا۔ تاکہ لیبر حکومت بن سکے۔ اگرچہ کہ نئی لیبر حکومت کے اعتدال پسند لیڈر بین الاقوامی معاملات میں ٹوری پارٹی کی طرح سامراجی پالیسی پر چلتے رہے۔ لیکن مزدور تحریک برابر ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ کرتی رہی اور اس کا اظہار اس نے

مزدور سبھا اور لیبر پارٹی کے سالانہ جلسوں میں قرار دادیں منظور کروا کے کیا۔

ہندوستان کے حالات نے یہ اقدام کرنے پر اور زیادہ مجبور کیا۔ دوسرے ممالک کی طرح ۱۹۴۵-۴۶ء میں ہندوستان بھر میں عوامی بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ ہندوستان کے مختلف اداروں کے سیاسی اختلافات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ آزادی کا مطالبہ ہر جگہ عام ہو گیا۔ جنگ کے زمانہ میں بوس کی سرکردگی میں جو "آزاد ہند فوج" بنی تھی اس کے مقدمات تک نے ہندوستان میں حب الوطنی کی آگ لگا دی اور آزادی کی دبی ہوئی چنگاریاں شعلے بن گئیں۔ اب لوگوں کے ذہن میں عدم تشدد کی جگہ مسلح قوت سے اقتدار چھیننے کا جذبہ پرورش پانے لگا۔ قومی بغاوت کی آگ نہ صرف شہری آبادی میں پھیل گئی بلکہ پہلی مرتبہ مسلح فوج میں بھی سرایت کر گئی۔ عوام کی بڑھتی ہوئی بے چینی کے ساتھ مسلح فوجوں میں بغاوت اور ہڑتالوں کی ہوا چل گئی۔ ان ہڑتالوں اور مظاہروں میں ہندو اور مسلمان کانگرسی اور لیگی غرض کہ سارے عوام متحد ہو گئے۔ ان میں سب سے بڑی اور شاندار ہندوستانی بحری بیڑے کی فروری ۱۹۴۶ء کی بغاوت تھی جس میں ان ملاحوں نے سامراج شاہی کا جھنڈا اتار کر اس کی جگہ کانگرس اور لیگ کے جھنڈے لہرا دیئے۔ اور بمبئی کی ساری آبادی ان کی حمایت میں میدان میں نکل آئی۔ باوجودیکہ سیکڑوں آدمیوں کو فوجیوں کی گولیوں کا نشانہ بننا پڑا۔

حالات نازک ہو چکے تھے اور اس بغاوت کا رُخ سمجھنے میں برطانوی حکومت نے دیر نہیں کی۔ اس نے محسوس کیا کہ اگر اس کے اقتدار کی ساری مشینری (یعنی فوج) ناقابل بھروسہ بن جائے تو پھر ہندوستان میں برطانوی راج کو سخت خطرہ درپیش آجائے گا۔ اگر عوام کے ایک اور اقدام کو موقع دیکر

ہندوستان میں برطانوی راج کو ختم نہیں کر دینا ہے تو فوراً قدم اٹھانا چاہیئے۔

۱۸ فروری کو بمبئی میں جہازیوں کی ہڑتال شروع ہوئی۔

۱۹ فروری کو مسٹر ایٹلی نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ تین وزراء کا ایک مشن ہندوستان بھیجا جائے گا تاکہ "ہندوستان کے مختلف جماعتوں کے لیڈروں کے مشورہ سے ہندوستان کو جلد سے جلد خود مختاری دی جائے۔"

جہازیوں کی ہڑتال کا سبق

ہندوستان کی صورت حال کو سمجھنے کے لئے ہندوستانی بحری بیڑے کی بغاوت کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ جہازیوں کی ہڑتال جو بمبئی کراچی اور مدراس میں پھیل گئی تھی ۱۸ فروری ۴۶ء کو بمبئی میں شروع ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ جہازیوں میں بہت دنوں سے بہت ساری چیزوں کی شکایتیں چلی آرہی تھیں اور انہیں دور کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی تھی۔ ۱۹ فروری کی صبح تک ۱۲ ساحلی دفتروں اور ساحل کے بیس جہازوں کے پورے بیس ہزار جہازی ہڑتال میں شریک ہو گئے۔ برطانوی حکومت کے جھنڈے (یونین جیک) جہازوں پر سے نکال دیئے گئے اور ان کی جگہ کانگرس اور لیگ کے جھنڈے لہرا دیئے گئے اس کے ساتھ انہوں نے شہر میں مظاہرے شروع کر دیئے۔ کانگرس، لیگ اور کمیونسٹ پارٹی تینوں کے جھنڈے ایک ساتھ اڑ رہے تھے۔ ہر طرف "جے ہند" "ہندو مسلم ایک ہو" "برطانوی سامراج کو ختم کرو" کے نعرے گونجنے لگے۔ بہت تیزی سے اسٹرائیک پھیلنے لگی۔ ہندوستانی بیڑے کے دوسرے

جہاز بھی شریک ہو گئے۔ ان میں کراچی کا جہاز "ہندوستان" بھی تھا جس نے بعد میں ہتھیار بھی اٹھا لئے تھے

مدراس، کراچی، کلکتہ اور دوسرے شہروں کی طرح بمبئی کے شہریوں نے بھی پوری ہمدردی کا اظہار کیا اور جب بیڑے کے کمانڈر انچیف نے یہ دھمکی دی کہ اگر ہڑتال نہ ختم کی گئی تو وہ تمام جہازوں کو اڑا دیں گے تو بمبئی کے شہریوں نے اتنی زبردست ہڑتال کی کہ اس کی مثال پچھلی تاریخ میں نہیں ملتی۔ برطانوی حکومت نے اس کے جواب میں برطانوی فوج اور پولیس کی مدد سے نہتے عوام پر اندھا دھند گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ حکومت کا اندازہ ہے۔ ۲۱ سے ۲۳ فروری تک تین دنوں میں ڈھائی سو آدمی مرے۔ ایک برطانوی سپاہی کا بیان جس نے اپنی آنکھ سے سارا واقعہ دیکھا تھا یہاں دینا غیر مناسب نہیں ہوگا۔

"میں پریل کے مزدور علاقے میں چار بجے شام کو سپاری باغ سڑک پر الفنسٹن روڈ کے نکڑ کے پاس سے گذر رہا تھا۔ اس وقت سڑک پر کافی لوگ تھے لیکن اسے ہجوم نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کمیونسٹ پارٹی کی ہدایت پر کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا حتیٰ کہ کسی کے پاس لکڑی یا پتھر بھی نہیں تھا۔

یکایک بغیر کسی اطلاع کے برطانوی سپاہیوں سے بھری ہوئی ایک کھلی لاری الفنسٹن روڈ پر سے گذری۔ ان سپاہیوں کے پاس رائفلیں اور مشین گنیں تھیں۔ لوگ ان کو آتا دیکھ کر اپنے گھروں میں گھسنے لگے۔ میں بھی ایک گھر کی طرف لپکا۔ برطانوی سپاہیوں نے ان لوگوں پر گولیاں چلانا شروع کر دیں۔ بیس آدمی زخمی ہوئے اور چار مارے گئے۔

اس کا سبب کیا تھا؟

مزدور سبھاؤں نے جہازیوں کی ہمدردی میں عام ہڑتال کی ہدایت کی تھی۔ تمام

سوتی ملوں۔ کارخانوں اور ریلوے ورکشاپ میں ہڑتال سو فی صدی کامیاب تھی۔
کسی اعلیٰ افسر نے سوچا کہ ان "کمینوں" کو سبق سکھلانا چاہیئے اور مسلح سپاہی لاریوں میں بھر کر اور لڑائی کے احکامات دے کر بھیج دیئے گئے اور وہ راستہ چلنے والوں پر اندھا دھند گولیاں چلانے لگے قبل اس کے کہ وہ پتھر اٹھانے کا بھی ارادہ کرتے۔ لوگوں کو ہسپتال لے جانے کے لئے گاڑیوں کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا ان سے خود جس طرح بن پڑتا وہ پہنچ جاتے۔

بعد میں ڈیلائل روڈ میں میں نے دیکھا کہ چند سپاہی ایک چال میں گھس گئے۔ اور لوگوں کے ان کے اپنے گھروں میں گھس کر ان پر گولیاں چلائیں۔ چار اس میں ماری گئے اور سولہ زخمی ہوئے۔

بہت سارے اخباروں نے آپ کو اس "غیر ذمہ دارانہ بغاوت" کے متعلق طرح طرح کی باتیں بتلائی ہوں گی۔ لیکن یہ آپ کو نہیں بتلایا ہوگا کہ خود حکومت نے کیسل بیرک کے ملاحوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اس سے باہر نہ نکلیں۔ اس کے اطراف فوج کا پہرہ قائم کر دیا گیا۔ اندر کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ اگر کوئی پانی کے لئے باہر آتا تو اس پر گولی چلا دی جاتی۔

آپ سے عوامی تشدد اور گنڈہ گردی کے واقعات بیان کئے گئے ہوں گے لیکن آپ کو یہ نہیں بتلایا گیا ہوگا کہ پہلا پتھر اس فوجی لاری پر پھینکا گیا تھا جس نے نہایت تیز رفتار سے جاتے ہوئے ایک پُرامن جلوس کو ٹکر دی اور دو آدمیوں کو نیچے گرا کر زخمی کر دیا۔

یہ اندھا دھند تشدد اور دہشت کے خلاف عوام کی جدوجہد تھی تاکہ وہ اپنا گھر بار اور اپنی جان کی حفاظت کر سکیں۔

اتحاد۔ اسی لفظ سے انہیں چڑ تھی۔ انگریزی سامراجیوں کو جس نے آگ بگولہ

کر دیا وہ یہ بات تھی کہ جلوس میں کانگریس کا ترنگا مسلم لیگ کا ہرا اور مزدوروں کا سرخ جھنڈا تینوں ساتھ ساتھ لہرا رہے تھے۔ اور جنگی جہاز زید پر کانگرس اور لیگ کے جھنڈے بلند تھے۔

جیسے ہی ہم دروازے کی آڑ میں آ گئے اور اطراف سے گولیاں سنسناتی ہوئی نکل گئیں تو ایک ہندوستانی نے مجھ سے کہا: برطانوی مزدور حکومت کا راج دیکھو! مجھے لیبر حکومت کی عزت کا خیال تھا۔ انڈونیشیا کے واقعہ کے بعد جو کچھ رہ گئی تھی وہ یہاں ختم ہو گئی۔

مجھے سب سے زیادہ فکر برطانوی عوام کی عزت کی تھی۔ اس لئے کہ جتنی گولی چلی وہ سب برطانوی سپاہیوں نے چلائی۔

پولیس تو فوج سے بہت پیچھے تھی۔ میں نے کہیں کوئی ہندوستانی سپاہی نہیں دیکھا۔ میں نے سنا ہے کہ ارباب اقتدار کو اس کا خطرہ تھا کہ ہندوستانی فوج میں کہیں بے اطمینانی نہ پھیل جائے۔ اس لئے انہوں نے اس ظلم و تشدد کے لئے کسی ہندوستانی سپاہی کو استعمال نہیں کیا۔"

یہ بغاوت کیوں ناکام رہی؟

ان سب چیزوں کے باوجود ہندوستانی قومی محاذ میں بڑی کمزوری باقی تھی، لیگ اور کانگرس کے عوام نے جس اتحاد کا مظاہرہ کیا تھا، اس اتحاد کا اظہار دونوں اداروں کے لیڈروں نے نہیں کیا۔ کانگرس اور لیگ کے اعلیٰ طبقہ کے لیڈر

عوامی جدوجہد اور بیداری سے خوف زدہ تھے۔ انہوں نے عوام کی ہڑتال کی باقاعدہ طور پر مخالفت کی۔ اور یہ ان کی مخالفت کے باوجود بڑے پیمانے پر ہوئی۔ تمام شہریوں نے اس کی حمایت کی۔ ان کا صرف ایک ہی مشورہ تھا اور وہ یہ کہ ہتھیار ڈال دیئے جائیں۔ کانگرسی لیڈر ولبھ بھائی پٹیل کے مشورے اور مسٹر جناح کے پیام کی بنا پر مرکزی اسٹرائیک کمیٹی نے آخرکار ۲۳ فروری کو ہتھیار ڈال دیئے اور اعلان کیا "ہم برطانیہ کے سامنے ہتھیار نہیں ڈال رہے ہیں بلکہ ہندوستان کے سامنے ڈال رہے ہیں"۔

اس طرح قومی لیڈر ایسے نازک موقع پر عوام کی اس بغاوت کی رہبری کرنے پر تیار نہیں تھے۔ انہوں نے سامراجی نوکر شاہی کے تشدد اور مظالم کی مذمت نہیں کی جنہوں نے سیکڑوں آدمیوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا بلکہ ان لوگوں کو برا بھلا کہا جو ان گولیوں کا شکار بنے تھے۔ ان ہڑتالوں کی مذمت کرکے اور امن ضبط کی آڑ لے کر وہ سامراجیوں کے ساتھ مل گئے اور سردار ولبھ بھائی پٹیل نے یہ اعلان کیا کہ "میں کمانڈر انچیف کے اس بیان کی تائید کرتا ہوں کہ بحری بیڑے میں نظم و ضبط ہونا چاہیئے"۔ اور گاندھی نے اپنے ایک بیان میں اس کی مذمت کی اور کہا کہ یہ تشدد کے مقصد کے لئے "ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک ناپاک اتحاد تھا" انہوں نے آگے چل کر اپنے بیان میں کہا: "میری سمجھ میں یہ بات آجاتی اگر وہ اوپر سے نیچے اتحاد قائم کر لیتے اور اس صورت میں ہندوستان پوری طرح تباہی کے منہ میں چلا جاتا۔ میں ۱۲۵ سال اس لئے نہیں جینا چاہتا ہوں کہ اس تباہی کا منہ دیکھوں۔ میں اس سے یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ ان شعلوں میں جل کر خاکستر ہو جاؤں"۔

برطانوی حکمرانوں نے قومی محاذ کی اس کمزوری کو فوراً محسوس کر لیا اور

اس سے پوری طرح فائدہ اٹھایا۔ وزارتی مشن کی ساری سیاست اسی محور پر گھومتی رہی انہوں نے ایک طرف کانگرس اور لیگ کے اس خوف سے فائدہ اٹھایا جو انہیں اپنے اپنے عوام کی بیداری سے ہے دوسری طرف یہ خوش اعتقادی پھیلاتے رہے کہ وہ پُرامن طریقہ سے اقتدار منتقل کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ پوری طرح ان دونوں جماعتوں کے اختلافات سے کھیلتے رہے۔

پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو

ہندوستان کو غلام رکھنے کے لئے برطانوی سامراجی ہمیشہ سے "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی پر عمل کرتے رہے۔ ہندو مسلم اختلافات اور فرقہ وارانہ جھگڑوں کا پچھلے دور میں کہیں وجود نہ تھا۔ یہ برطانوی دور حکومت کی خصوصیت ہے اور اس میں موجودہ دور میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

سوا سو سال پہلے ۱۸۲۱ء میں ایک برطانوی افسر نے انگریزی رسالہ "ایشیاٹک ریویو" میں "کارنے ٹی کس" کے نام سے لکھا تھا: "ہمارے ہندوستانی نظم و نسق کی بنیاد خواہ وہ سیاسی ہو سول ہو یا فوجی۔ "پھوٹ ڈالو" کی پالیسی پر ہونی چاہیئے۔" وسط انیسویں صدی میں لفٹننٹ کرنل کوک مراد آباد کے کمانڈر نے یہ اصول بنائے تھے۔

"ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہماری خوش قسمتی سے یہاں کے مختلف مذہبوں اور نسلوں میں جو اختلافات ہیں ان کو ختم کرنے کی بجائے انہیں خوب ہوا دی جائے اور "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کو اصل اصول بنا لیا جائے۔"

۱۸۵۹ء میں لارڈ الفنسٹن نے ایک سرکاری کارروائی میں لکھا تھا "پھوٹ

"ڈالو اور حکومت کرو" ایک پرانا رومن مقولہ ہے۔ اسے ہمیں اپنا لینا چاہیے۔
(لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی ۔ ۱۴ مئی ۱۸۵۹ء)

۱۸۸۸ء میں ہندوستانی مسائل کے مشہور ماہر سر جان اسٹریچی نے اپنی انگریزی کتاب "ہندوستان" کے صفحہ ۲۵۵ پر لکھا ہے: "حقیقت تو یہ ہے کہ ہندوستان میں مختلف فرقوں کے بسنے کی وجہ سے ہماری سیاسی قوت کو تقویت ملتی ہے۔"

۱۹۱۰ء میں ریزلے میکڈانلڈ نے سرکاری پالیسی کے متعلق اس شبہ کا اظہار کیا تھا: "ہندو اور مسلمانوں میں نفرت کا بیج بویا جاتا ہے۔"

۱۹۲۶ء میں لارڈ آلیور نے جو وزیر ہند کے عہدہ پر کام کر چکے تھے اخبار "ٹائمز" کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ برطانوی افسر ہندوستانی مسلمانوں کو ہندو قوم پرستوں کی قوت کا مقابلہ کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اخبار "ٹائمز" نے ہندو مسلمانوں کے جھگڑوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ۲۱ جنوری ۱۹۴۱ء کی اشاعت میں کہا تھا: "ہندوستان میں اختلافات موجود ہیں اور جب تک یہ ہیں برطانوی حکومت کا بھی یہاں رہنا ضروری ہے۔"

۱۹۰۹ء میں جب اصلاحات نافذ کی گئیں اور ان میں کسی قدر انتخابات کے اصول کو بھی دخل دیا گیا تو اسی کے ساتھ علیحدہ انتخاب یا فرقہ وارانہ انتخاب کا طریقہ بھی رائج کیا گیا یعنی مذہب کے اصولوں پر انتخابات کی بنیاد رکھی گئی۔ اس رجعت پسند اور غیر جمہوری طریقہ کا مقصد یہ تھا کہ فرقہ وارانہ اختلافات نہایت شدت سے پھیلا دیئے جائیں۔ اسی زمانہ میں برطانوی حکومت نے کوشش کی کہ مسلمانوں کی ایک علیحدہ جماعت قائم ہو جائے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی تاکہ نیشنل کانگرس کی بڑھتی ہوئی قوت کو اس کے ذریعہ روکا جائے۔

اسی زمانہ میں ایک برطانوی افسر نے وائسرائے لارڈ منٹو کو مسلم لیگ کے قیام کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا۔

"میں حضور والا کو اس بات سے مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ آج ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہوا ہے۔ ایک ایسا اہم سیاسی کارنامہ انجام دیا گیا ہے جو ہندوستان کی تاریخ کو سالہا سال تک متاثر کرے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ چھ کروڑ بیس لاکھ مسلمانوں کو باغی مخالف جماعت (کانگرس) میں شریک ہو جانے سے روک لیا گیا ہے (لیڈی منٹو کی انگریزی کتاب 'ہندوستان' منٹو اور مارلے صفحہ ۴۷)

موجودہ دور میں برطانوی حکومت کی مسلسل یہ پالیسی رہی ہے کہ کانگرس اور لیگ کے اختلافات کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کیا جائے۔

کانگرس اور مسلم لیگ

آج کے حالات میں کانگرس اور لیگ کی حیثیت ابتدائی زمانہ کے مقابلہ میں کئی باتوں میں کافی مختلف ہے۔ کانگرس اور لیگ دونوں آج بڑی سیاسی عوامی جماعتیں ہیں دونوں کا مطمع نظر برطانوی سامراج سے مکمل آزادی حاصل کرنا ہے اگرچہ کہ دونوں کے پروگرام میں کسی قدر فرق ہے۔

قومی کانگرس جس نے گذشتہ ساٹھ سال میں بڑی ترقی کی ہے۔ ہندوستان کی قومی تحریک میں سب سے نمایاں جگہ رکھتی ہے اور ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے اس کے اراکین کی تعداد جنگ سے پہلے ساٹھ لاکھ کے قریب تھی سالہا سال سے اور خاص طور سے گذشتہ پچیس سال سے وہ ہندوستانی قومی جدوجہد کی

رہبری کر رہی ہے۔ ۱۹۳۷ء اور اس سال کے انتخابات میں اس نے تمام نشستوں کی بہت بڑی اکثریت پر قبضہ کر لیا۔

قومی کانگرس ایک غیر فرقہ وار جماعت ہے جس میں ہندوستان کے تمام طبقات کے لوگ جو خواہ عقائد و مذہب و رنگ و نسل شریک ہیں (اگرچہ کہ ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمان بہت کم ہیں) اور یہ سب قومی آزادی اور جمہوریت کے مشترکہ مقصد پر متحد ہیں۔ کانگرس کا مقصد مکمل قومی آزادی حاصل کرنا ہے۔ جمہوریت قائم کرنا ہے۔ جس میں مزارع کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو اور تمام شہریوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں وہ متحدہ ہندوستان کی حامی ہے جس میں صوبوں کو اندرونی معاملات میں کافی اختیارات دیئے جائیں۔ تمام اقلیتوں کے کلچرل حقوق کی حفاظت کی جائے۔ مذہبی آزادی حاصل ہو اور حکومت مذہب کے معاملہ میں مداخلت نہ کرے اور سوشل اصلاحات کے پروگرام کو عملی شکل دی جائے۔ اگرچہ کہ کانگرس کے ساتھ عوام کی بڑی تعداد ہے لیکن اس کے چند زیادہ تر مالدار طبقہ اور درمیانی پیشہ ور طبقوں کے ہیں اور بڑے کارخانہ داروں کا اس پر کافی گہرا اثر ہے۔

مسلم لیگ نے ہندوستان کے مسلمانوں میں اتنی طاقتور حیثیت گذشتہ چند سالوں میں حاصل کی ہے۔ پہلے یہ ایک نہایت ہی محدود ادارہ تھا۔ اس میں صرف مسلمان جاگیردار اور نواب شریک تھے۔ ۱۹۲۷ء تک اس کے ارکان کی تعداد صرف ۱۳۰۰ تھی۔ گذشتہ چند سالوں میں کہا جاتا ہے کہ اس کی رکنیت بڑھ کر بیس لاکھ ہو گئی ہے اور اس سال کے انتخابات میں اس نے مرکزی اسمبلی کی تمام مسلم نشستیں اور صوبائی اسمبلیوں کی ۵۰۷ نشستوں میں سے ۴۴۷ نشستیں جیت لیں (اس کے مقابلہ میں کانگرسی مسلمانوں کو سوائے صوبہ سرحد کے دوسری جگہ بہت کم کامیابی ہوئی) اس طرح مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی سب سے طاقتور جماعت بن گئی ہے۔ اگرچہ کہ

P. SABHA AMBA
No
Date
JAMMU

مسلم لیگ کی بنیاد ابھی فرقہ واری ہی ہے اور اس کے لیڈر زیادہ تر مسلمان نواب اور جاگیردار ہیں لیکن گذشتہ چند سالوں میں اس کے عام ارکان میں جمہوری رجحان تیزی سے ترقی کر رہا ہے اور نہایت ترقی پسند معاشی اور معاشرتی مطالبات پیش ہونے لگے ہیں۔

مسلم لیگ کا پروگرام بھی برطانوی سامراج سے آزادی حاصل کرنے سے اس نے پاکستان کا مطالبہ بھی شروع کیا ہے۔ پاکستان کا مطالبہ یہ ہے کہ شمال مغربی اور شمال مشرقی ہندوستان میں علیحدہ آزاد مسلم ریاستیں یا دونوں کی ایک ریاست قائم کی جائے جس میں شمال مغرب میں پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان کے صوبے اور شمال مشرق میں بنگال اور آسام کے صوبے شامل کئے جائیں۔ اس علاقہ میں کل ۵۰ کروڑ ۔۔ لاکھ آبادی میں سے ۵ کروڑ نوے لاکھ مسلمان ہیں یا ان کا تناسب ۵۵ فی صدی ہے اور بقیہ ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ مسلمان یا کل مسلم آبادی کے ⅓ دوسرے علاقوں میں ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علاقہ واری بنیادوں پر ہندو مسلم مسئلہ کا حل کتنا مکمل رہتا ہے۔

ہندوستان کی تیسری اہم سیاسی جماعت کمیونسٹ پارٹی ہے۔ تعداد اور طاقت کے لحاظ سے اس کا نمبر کانگرس اور لیگ کے بعد آتا ہے لیکن ابھی یہ بہت کم عمر ہے اور دونوں کے مقابلہ میں ابھی بہت چھوٹی بھی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی کا اثر زیادہ تر بڑے شہروں میں مزدور طبقہ میں ہے اور بعض علاقوں کے بیدار کسانوں کے ایک طبقہ میں ہے۔ اس کو کل ہند ٹریڈ یونین کانگرس میں جس کی رکنیت ۸ ½ لاکھ ہے اور کل ہند کسان سبھا میں جس کی رکنیت ۸ لاکھ ہے۔ نہایت اہم حیثیت حاصل ہے لیکن کمیونسٹ پارٹی اپنے اثر کے لحاظ سے ابھی کانگرس اور لیگ کے مقابلہ میں بہت چھوٹی ہے۔

پاکستان اور مسئلہ خود ارادیت

کانگرس اور لیگ میں سب سے بڑا اختلاف پاکستان کے مسئلہ پر ہے۔ کانگرس متحدہ ہندوستان کی حامی ہے اور مسلم لیگ پاکستان کی۔ وہ شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقوں میں خود مختار مسلم ریاست قائم کرنا چاہتی ہے۔

پاکستان کے مسئلہ پر ہندوستان میں بڑے سخت اور تلخ اختلافات ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کے پروگرام پر کافی اعتراض عائد ہو سکتے ہیں۔ ترقی پسندی کے نقطہ نظر سے ہندوستان کا اتحاد ضروری ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی پالیسی رجعت پسندی کی پالیسی ہے۔ قومیت کی بنیاد مذہب پر رکھنے کا مطالبہ کرنے سے فرقہ واری جھگڑے بڑھتے ہیں اور عملی نقطہ نظر سے بھی یہ قابل عمل نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ ہندو اور مسلمان پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ لیگ حق خود ارادیت کے اصول کو جمہوری طریقہ پر تسلیم نہیں کرتی اور ہر علاقہ کے لوگوں کا یہ حق تسلیم نہیں کرتی کہ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ خود آپ کریں۔ اس پالیسی کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا (اگرچہ کہ یہاں ایک بات نوٹ کرنی چاہئے کہ کانگرس بھی قوموں کے حق خود ارادیت اور علیحدگی کے اصول کو پوری طرح تسلیم نہیں کرتی)

لیکن پاکستان کے نعرے کی مسلمان عوام میں مقبولیت سے ہندوستان کی سیاسی زندگی میں ایک نیا عنصر داخل ہو گیا ہے۔

یہ نیا عنصر جو ہندوستان کی سیاسی سطح پر ابھرا ہے اس سے یہ بات

سامنے آتی ہے کہ ہندوستانی کئی قوموں پر مشتمل ہیں۔ اگر ہندوستانی عوام سامراجیوں کے خلاف لڑائی میں متحد ہو جائیں یا مستقبل کے ہندوستان میں اتحاد قائم ہو جائے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہندوستان کے سارے عوام ایک ہی قوم ہیں۔ اسی طرح جس طرح سوئٹ یونین میں ایک متحدہ حکومت قائم ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہاں ایک ہی قوم آباد ہے۔ ایک پٹھان، سکھ، بنگالی اور ایک ٹامل میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ان کے کلچر ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں زبانیں بالکل مختلف ہیں اور ان کی قومی روایات بالکل الگ ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہندوستان میں کل ۱۷ قومیں آباد ہیں (کانگرس نے انہیں ایک ہی زبان و کلچر کے گروپ تسلیم کیا ہے) قومی تحریک کے ابتدائی دور میں ان اختلافات کو بہت کم اہمیت حاصل تھی۔ لیکن آج جبکہ قومی تحریک عوام کے ایک بہت بڑے حصہ تک پہنچ گئی ہے اور ان میں ایک نئی جاگرتی اور سیاسی بیداری پیدا ہو گئی ہے تو ان اختلافات کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ مختلف قومیں اس مشترکہ تحریک کے اندر اپنے قومی جذبات اور مطالبات کے اظہار کا موقع چاہتے ہیں اسٹالن نے اس کو بہت پہلے ہی محسوس کیا تھا۔ اس نے ۱۹۱۲ء میں لکھا تھا۔

"ہندوستان کی صورت میں بھی آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہاں بہت سی قومیں بستی ہیں جیسے جیسے درمیانی طبقہ بڑھے گا اور اس کی تحریک بڑھے گی تو ان قوموں میں بھی جو بالکل ساکن اور غافل پڑی ہیں ایک نئی حرکت پیدا ہو جائے گی"

پاکستان کے نعرے سے اس ابھرتے ہوئے قومی جذبہ کا ٹھیک طرح اظہار نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ پاکستان کا مقصد قوموں کو حق خود ارادیت دینا نہیں ہے بلکہ ایک مسلم ریاست قائم کرنا ہے۔ لیکن اس نعرہ کو مسلم علاقوں میں جو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اس سے قومی بیداری کا پتہ ضرور چلتا ہے اگرچہ کہ اس کا اظہار

کسی قدر بگڑی شکل میں ہوتا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ آخرکار اس مسئلہ کا حل سوئٹ یونین کی طرح قوموں کا حق خود ارادیت مان کر نکالا جائے۔ حق خود ارادیت اور اس کے ساتھ علیحدگی کا حق مان لینے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ علیحدگی لازمی طور پر ہو۔ لیکن جو بھی یونین قائم ہو اس میں قومی علاقے اپنی رضامندی سے شریک ہونے چاہئیں۔ حق خود ارادیت کا اصول مان لینے سے قومی علاقوں کو اس کی آزادی مل جائے گی کہ وہ اپنا سیاسی مستقبل خود آپ متعین کریں۔ آزادانہ طریقہ پر کل ہند یونین میں شرکت کا فیصلہ کریں۔ کانگرس اور لیگ کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی نے یہی حل پیش کیا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی اس کی بنیاد پر کانگرس لیگ اتحاد کی کوشش کرتی ہے۔

ان مسائل کو خود ہندوستانی عوام کو حل کرنا چاہئے۔ یہ ہندوستانی سیاست کے اندرونی مسائل ہیں۔ برطانیہ کے لوگوں کو اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان مسئلوں کے متعلق اپنا حل ہندوستانیوں کے سر تھوپیں۔ اسی طرح جیسے ہندوستانیوں کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ اگر اسکاٹ لینڈ کے لوگ حق خود ارادیت کا مطالبہ کریں تو وہ اس میں مداخلت کریں۔ ہندوستان کو آزادی سے محروم کرنے کے لئے اندرونی مسائل کو پردہ نہیں بنانا چاہئے۔ اسی سال پہلے امریکہ کی شمالی اور جنوبی ریاستوں میں سخت جھگڑا تھا۔ شمالی ریاستیں متحدہ ریاست کی حامی تھیں اور جنوبی ریاستیں اپنی علیحدہ ریاست بنانا چاہتی تھیں۔ یہاں نوبت خانہ جنگی تک پہنچ گئی تھی لیکن اس وقت کسی نے یہ نہیں کہا کہ چونکہ اندرونی اختلافات کی وجہ سے خانہ جنگی کا ڈر ہے اس لئے امریکہ کو آزادی سے محروم کر دیا جائے۔

وزارتی مشن کی چالیں

وزارتی مشن نے یہاں آنے کے بعد شروع ہی سے کانگرس اور لیگ کے اختلافات سے فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ بدقسمتی سے کانگرس اور لیگ کے لیڈر ان کے ہاتھ میں کھیلتے رہے۔ بجائے اس کے کہ وہ متحدہ محاذ بناتے اور برطانوی حکومت سے مطالبہ کرتے کہ وہ مکمل آزادی کا اعلان کردے اور اندرونی مسائل وہ برطانوی مداخلت کے بغیر خود طے کرلیں گے انہوں نے برطانوی نمائندوں سے علیحدہ علیحدہ بات چیت کی۔ دونوں میں سے ہر ایک کو یہ امید تھی کہ برطانوی وزیر ان کے اپنے مقاصد کی تائید کریں گے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تین مہینہ تک بات چیت چلتی رہی۔ وزارتی مشن پنچ بن گیا تاکہ کانگرس اور لیگ کے جھگڑے چکائے۔ اس لڑائی میں وہ خود بخود ثالث بن گیا۔ جب کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا تو اس نے چند تجویزیں پیش کیں۔ جن کی بنا پر شملہ میں ۵ سے ۱۲ مئی تک تینوں جماعتوں میں بات چیت ہوتی رہی۔ جب یہ بات چیت بھی ٹوٹ گئی تو پھر ۱۶ مئی کو انہوں نے اپنا تصفیہ سنا دیا۔ اس کے بعد کئی دن تک عارضی حکومت پر سودا بازی ہوتی رہی اور جب اس پر بھی کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ تو انہوں نے پھر ۱۶ جون کو اس پر بھی اپنا فیصلہ سنا دیا۔ لیکن اس سے کام نہیں چلا اور عارضی حکومت کی اسکیم ناکام ہو گئی۔ لیگ نے عارضی حکومت کی اور دستور ساز اسمبلی کی دونوں تجویزیں مان لیں۔ کانگرس نے عارضی حکومت کی تجویز رد کردی (اس لئے کہ اس سے یہ بات تسلیم ہو جاتی تھی کہ کانگرس صرف

ہندوؤں کی نمائندہ ہے) لیکن دستور ساز اسمبلی کی تجویز مان لی اور اس طرح آخر میں بنیادی مسئلہ اسی طرح اپنی جگہ باقی رہ گیا۔ کانگرس اور لیگ دونوں نے دستور ساز اسمبلی میں صرف اس لئے جانا منظور کیا تاکہ اپنا نقطہ نظر وہاں منوا سکیں۔ یہ جھگڑا اسی طرح وہاں بھی گیا۔

ان تمام مباحثوں اور بات چیت کا نتیجہ کیا نکلا؟ اس کا نتیجہ تھا برطانوی تصفیہ

برطانوی مشن کی چال یہ تھی کہ دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دے کہ کانگرس اور لیگ اپنے اختلافات آپس میں نہیں طے کر سکتیں اور برطانیہ کے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ اپنی تجویز پیش کر دے۔ اصل میں صرف اس تیسری پارٹی (برطانوی سامراج) کی موجودگی کی وجہ سے کانگرس اور لیگ میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکا۔ جب تک اقتدار برطانوی حکومت کے ہاتھ میں رہے گا۔ جب تک آخری فیصلہ کا اختیار ان کے ہاتھ میں رہے گا تب تک یہ لازمی ہے کہ کانگرس اور لیگ کے لیڈر ایک دوسرے سے بات چیت کے ذریعہ اختلافات دور کرنے کے بجائے اس کی کوشش کریں گے کہ کسی طرح اصلی اقتدار رکھنے والی قوت کو اپنا ہمنوا بنا کر اپنے مطالبات منوالیں۔ برطانوی وزیروں نے عملاً یہی طریقہ اختیار کیا کہ دونوں پارٹیوں کا الگ الگ سودا بازی کا رجحان ترقی کرتا جائے اس کے لئے کبھی وہ ایک پارٹی کی ہمت افزائی کرتے کبھی دوسری پارٹی کی اور مختلف درمیانی لوگوں کے ذریعہ انہیں امیدیں دلاتے۔ دھمکیاں دیتے اور نئی نئی تجویزیں بھیجتے اس کا مقصد یہ تھا کہ دونوں پارٹیاں ایک دوسرے سے الجھی رہیں اور برطانوی حکمران نہایت معصومیت سے یہ ظاہر کرتے رہیں کہ انہیں اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آخر میں اپنا تصفیہ نافذ کر دیتے۔

پہلے سرکاری حلقوں میں لفظ "تصفیہ" سے گریز کیا جاتا رہا بعد میں جب کئی وضاحتیں کی گئیں تو یہ بات صاف ہو گئی کہ یہ "تصفیہ" کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ۱۶ مئی کا اعلان کسی ہندوستانی جماعت کی پالیسی کا اعلان نہیں ہے۔ یہ اصل میں برطانوی وزارت

اور برطانوی وزارتی مشن کی پالیسی کا اعلان ہے، دستور ساز اسمبلی کے طریقہ کار۔ صوبوں کی گروہ بندی۔ راجواڑوں کی حیثیت وغیرہ کے متعلق جو تجویزیں ۱۶ رمئی کے اعلان میں دی گئی ہیں وہ کسی ہندوستانی لیڈر یا کسی ہندوستانی سیاسی جماعت نے نہیں پیش کی تھیں بلکہ برطانوی حکومت نے انہیں مسلط کیا ہے۔ وزارتی مشن نے ۲۵ رمئی کو جو بیان دیا ہے اس میں یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ یہ اسکیم یا تو پوری طرح قبول کر لی جائے یا اسے رد کر دیا جائے اس میں کوئی ترمیم قبول نہیں کی جا سکتی۔

وزارتی مشن کی اسکیم کوئی ایسی اسکیم نہیں ہے جسے ہندوستانیوں نے ہندوستان کے لئے بنائی ہو۔ یہ برطانوی حکومت کی اسکیم ہے جسے اس نے ہندوستان پر نافذ کی ہے اور ہندوستانی رائے عامہ کے بہت بڑے حصہ نے اس سے ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔

برطانوی مشن کی تجاویز

وزارتی مشن نے ۱۶ رمئی کے اعلان میں جو تجویز پیش کی ہے اور اس کے بعد جو بیانات دیئے ہیں اس کا خاکہ مختصراً یہ ہے:۔

۱۔ ایک کل ہند یونین بنائی جائے گی جس میں پورا برطانوی ہندوستان اور دیسی ریاستیں شامل ہوں گی اور اس کے ذمہ خارجی مسائل۔ دفاع اور ذرائع رسل و رسائل ہونگے ساتھ ہی ان کے مالیاتی مسائل پر اس کا پورا اقتدار ہوگا۔

۲۔ برطانوی ہند کی ساخت کے تین اجزاء ہوں گے۔ (ا) کل ہند یونین (ب) صوبوں کے گروپ (ج) صوبے۔

۳۔ صوبائی گروپ تین ہوں گے۔

(ا) ہندو اکثریت کا علاقہ (مدراس، بمبئی، صوبہ جات متحدہ، بہار، صوبہ متوسط اور اڑیسہ)

(ب) شمال مغربی مسلم اکثریتی علاقہ (پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان)

(ج) شمال مشرقی مسلم اکثریتی علاقہ (بنگال اور آسام)

یہ گروہ بندی شروع میں جبری ہوگی۔ کوئی صوبہ اس میں سے اسی وقت نکل سکے گا اور اس میں تبدیلی اسی وقت ہو سکے گی۔ جبکہ دستور بنانے والی جماعت دستور بنالے گی اور اس کے تحت پہلے انتخابات ہو جائیں گے۔

۴۔ ایک دستور ساز جماعت بنائی جائے گی جس کے ارکان کی تعداد ۳۸۹ ہوگی۔ ۲۹۲۔ ارکان کا انتخاب صوبائی اسمبلیاں کریں گی۔ انتخابات فرقہ واری بنیاد پر ہوں گے اور مسلمانوں اور ہندوؤں (پنجاب میں سکھوں کے لئے بھی) کے لئے نشستیں ان کی آبادی کے لحاظ سے محفوظ کر دی جائیں گی۔

۹۳ نمائندے دیسی ریاستوں کے ہوں گے۔

یونین کی دستور ساز اسمبلی صرف یونین کے قوانین بنائے گی۔ کوئی فرقہ واری مسئلہ اس وقت تک طے نہیں سمجھا جائے گا جبتک کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی اکثریت اس کے حق میں ووٹ نہ دے۔

صوبہ واری گروہوں کی دستور ساز اسمبلیاں اپنے گروہ اور صوبوں کے دستور علیحدہ علیحدہ بنائیں گی۔

۵۔ ریاستوں سے جن بنیادوں پر تعاون کیا جائے گا ان کا تصفیہ باہمی گفت و شنید سے ہوگا۔

ہندوستان کو آزادی مل جانے کے بعد ریاستوں پر سے مرکزی حکومت کا اقتدار

ختم ہو جائے گا۔

۶۔ اقلیتوں کا تحفظ:۔ مجلس دستور ساز جو دستور بنائے گی وہ اسی وقت منظور کیا جائے گا اور ہندوستان کو آزادی اسی وقت ملے گی جبکہ اقلیتوں کے مفاد کا پوری طرح تحفظ ہو جائے گا۔

۷۔ ہندوستان و برطانیہ کا معاہدہ:۔ نئے دستور کی منظوری اور ہندوستان کی آزادی کا انحصار اس پر بھی ہوگا کہ ہندوستان برطانیہ سے معاہدہ کرنے پر آمادہ ہے یا نہیں اور اس میں وہ تمام مسائل شامل ہوں گے جو ہندوستانیوں کے ہاتھ میں اقتدار منتقل کرنے سے پیدا ہوں گے۔

۸۔ درمیانی عرصہ کی حکومت:۔ ایک عارضی حکومت کی سفارش کی گئی جسے تمام بڑی سیاسی پارٹیوں کی تائید حاصل ہوگی۔ یہ حکومت وائسرائے اپنی وزارتی کونسل میں نئے سرے سے تبدیلی کر کے بنائیں گے۔

اس درمیانی عرصہ میں موجودہ قانون کے مطابق اقتدار برطانوی حکومت کے ہاتھ میں رہے گا۔ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے تحت برطانوی فوجیں اسی طرح رہیں گی اور ان پر "ہندوستان کی حفاظت کی پوری ذمہ داری رہے گی"۔

کیا یہ آزادی ہے؟

کیا اس تجویز سے ہندوستان کو آزادی ملتی ہے؟ درمیانی عرصہ کے لئے جو انتظام کیا گیا ہے اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ آزادی نہیں ملتی۔ وائسرائے

اسی طرح مطلق العنان رہتا ہے۔ سارے اختیارات اسی کے ہاتھ میں باقی رہتے ہیں۔ وزارتی مشن ہندوستان کی حکومت ایک ایسی وزارت کے ہاتھ میں چھوڑ کر گیا ہے جس میں آٹھوں کے آٹھ سرکاری افسر ہیں جن میں چھ انگریز ہیں اور دو ہندوستانی آگے چل کر اگر ہندوستانیوں پر مشتمل درمیانی عرصہ کی حکومت بنے گی تو وہ پہلے کی طرح وائسرائے کی وزارتی کونسل ہی رہے گی۔ وائسرائے کو ویٹو کا حق رہے گا۔ اور وہ جس تجویز کو چاہے گا رد کر دے گا۔ ہندوستان میں برطانوی فوجیں اسی طرح باقی رہیں گی اور دستور بنانے والی اسمبلی کو برطانوی سنگینوں کے سایہ میں برطانوی حکومت کی حکمرانی میں نیا دستور بنانا ہوگا۔

اس کا کچھ پتہ نہیں ہے کہ یہ درمیانی عرصہ کب تک چلے گا۔ کوئی آخری تاریخ مقرر نہیں کی گئی ہے۔ اگر دستور ساز اسمبلی ٹھیک طور پر کام نہ کر سکے اور ٹوٹ جائے تو یہ "درمیانی عرصہ" کافی طویل ہو سکتا ہے۔ بعض افسروں نے خانگی ملاقاتوں میں یہاں تک کہا ہے کہ انہیں امید ہے کہ یہ عرصہ بیس سال کا ہوگا۔

مستقبل کے متعلق کیا ہوگا؟

مسٹر اٹلی نے ۱۵ مارچ کو جو تقریر کی تھی اور وزارتی مشن کی روانگی کا اعلان کیا تھا تو ساری دنیا نے بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ یہ خبر چھاپی تھی کہ ہندوستان کو "آزادی" دے دی گئی ہے۔ لیکن اصل میں مسٹر اٹلی نے جو کچھ کہا تھا وہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ انہوں نے کہا تھا

"ہندوستان کو خود اس کا تصفیہ کرنا چاہیے کہ اس کا آئندہ دستور کیا ہوگا اور

دنیا میں اس کی حیثیت کیا ہوگی ..... مجھے امید ہے کہ ہندوستان برطانوی دولت عامہ میں رہنے کا تصفیہ کرے گا ..... لیکن اگر وہ آزادی کا تصفیہ کرے اور اس کا اسے پورا حق حاصل ہے تو ہم کوشش کریں گے کہ اقتدار جس قدر آسانی اور سہولت سے ممکن ہو منتقل کیا جائے"۔

اس اعلان کو حیرت انگیز بتلایا گیا تھا اور یہ کہا گیا تھا کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہندوستان اور برطانیہ کے تعلقات اب بالکل نئی بنیادوں پر قائم ہو رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ منافقانہ بیان کوئی نئی بات نہیں ہے اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پالیسی بدل گئی ہے۔ ۱۹۴۲ء میں چرچل کی حکومت نے جو تجویز پیش کی تھی اس میں بھی یہی بات کہی گئی تھی۔ اس میں تھا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان بہت جلد خود مختار بن جائے۔ اس کے لئے برطانوی حکومت کی یہ تجویز ہے کہ فوراً ایک نئی ہندوستانی یونین قائم کرنے کی طرف قدم اٹھایا جائے جسے پورا نوآبادیاتی درجہ حاصل ہوگا ساتھ ہی اسے برطانوی دولت عامہ سے علیحدہ ہونے کا حق حاصل رہے گا"۔

کیا اس تجویز کے معنی ہیں کہ ہندوستان کو آزادی دے دی گئی؟

آزادی کے معنی یہ ہیں کہ اس ملک کی خود مختاری تسلیم کر لی گئی ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کو اس کا اختیار مل گیا ہے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنے نمائندے منتخب کریں اور وہی آزاد ہندوستان کا دستور بنائیں۔

یہاں پر سارا عمل الٹا ہے۔ یہاں ایک ایسی تجویز پیش کی گئی ہے جس میں کبھی آنے والے مستقبل میں آزادی کے انتخاب کا حق دیا گیا ہے۔ اس حق کے استعمال پر بھی کئی شرطیں اور رکاوٹیں لگا دی گئی ہیں (مثلاً اقلیتوں کا تحفظ یا برطانیہ اور ہندوستان کا معاہدہ وغیرہ) اور آزادی حاصل ہونے سے پہلے ان شرطوں کا

پورا ہونا ضروری ہے اور یہ مفروضہ حق عوام کے جمہوری اصولوں پر منتخب کئے ہوئے نمائندے نہیں استعمال کر سکیں گے بلکہ ایک غیر جمہوری اور غیر نمائندہ جماعت کریگی جس کی ساخت اور طریقہ کار پہلے ہی سے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ جیسے برطانوی سامراجیوں نے پہلے ہی سے رجعت پسندی کی راہ پر لگا دیا ہے اور جس میں ایک چوتھائی نمائندگی برطانیہ کے پٹھوؤں۔ دیسی راجواڑوں کو حاصل ہوگی۔

یہ اصل میں غیر حقیقی آزادی کی تجویز ہے

جمہوری اصولوں سے منہ موڑ لیا گیا ہے

وزارتی مشن کی تجویز کے مطابق جو دستور بنانے والی اسمبلی بنے گی "اسے دستور ساز اسمبلی" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ الفاظ کا غلط استعمال ہے۔

دنیا میں "دستور ساز اسمبلی" سے مراد ایسی خود مختار جماعت ہوتی ہے جس کے ارکان کو عوام نے جمہوری طریقہ پر منتخب کیا ہو اور جسے دستور بنانے کا اختیار دیا گیا ہو۔ یہاں جس قسم کی اسمبلی تجویز کی گئی ہے وہ نہ جمہوری طریقہ پر منتخب ہوئی ہے اور نہ خود مختار ہے۔ بالغوں کی رائے دہی کا طریقہ ترک کر دیا گیا ہے اور کہا یہ گیا ہے کہ اس سے دیر ہونے کا ڈر تھا اور اگر یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تو ووٹروں کی فہرست تیار کرنے اور انتخاب کا انتظام کرنے میں دو سال لگ جاتے۔ لیکن بہت سارے ہندوستانی کارکنوں کا یہ خیال ہے کہ شہروں میں راشن بندی کے رجسٹر موجود ہیں اور دیہاتوں میں حکومت کی مشینری موجود ہے۔ ایسی صورت میں اگر حکومت چاہتی تو یہ انتخابی مراحل بہت جلد طے ہو جاتے اور ان میں عام لوگ بھی کافی مدد کرتے۔

یہ جمہوری طریقہ اختیار کرنے کی بجائے یہ دستور ساز اسمبلی ایسی جماعتیں (صوبائی اسمبلیاں) منتخب کر رہی ہیں جن کا انتخاب خود بہت محدود آبادی نے کیا ہے۔ صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب میں کل آبادی کے گیارہ فی صدی مردوں اور عورتوں نے حصہ لیا۔

اس "دستور ساز اسمبلی" کے لئے انتخاب فرقہ وارانہ اصولوں پر کیا گیا ہے اور مختلف فرقوں کے ارکان کی تعداد پہلے ہی سے مقرر کر کے اس کے اندر فرقہ وارانہ گروہ بنا دیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہمیشہ سخت فرقہ واری اختلافات رونما ہوتے رہیں گے رجواڑوں کو ۹۳ نشستیں یا کل کی ایک چوتھائی نشستیں دی گئی ہیں اور اس کا انحصار بھی رجواڑوں کی مرضی پر رکھا گیا ہے۔ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ رجواڑے اصل میں برطانیہ کے پٹھو ہیں اور یہ دستور ساز اسمبلی میں برطانیہ کی نمائندگی کریں گے۔ دستور ساز اسمبلی میں چونکہ فرقہ واری کشمکش رہے گی اس لئے برطانیہ دیسی راجواڑوں کے ذریعہ اس میں بہت اہم اور فیصلہ کن حصہ لے گا۔

اس کے علاوہ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ دستور ساز اسمبلی خود مختار نہیں ہے ہندوستان پر برطانیہ کی حکمرانی اسی طرح باقی رہے گی اور فوجیں موجود رہیں گی۔ اس کے اختیارات اور طریقۂ کار کو بالکل محدود رکھا گیا ہے۔ اسے فرقہ وارانہ مسئلہ کے تصفیہ کا اس وقت تک حق نہ ہوگا کہ جب تک کہ دونوں فرقوں کی اکثریت کی تائید حاصل نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے مستقل تعطل پیدا ہو جانے کا امکان ہے۔ دستور سازی کا میدان بھی بہت محدود ہے اس لئے کہ زیادہ تر کام مختلف گروپس کی مجلسیں کریں گی۔ اور اس کے لئے ہر گروپ کو علیحدہ ہو کر اپنا اپنا دستور بنانا پڑے گا۔ اس کے بعد جب سارے مرحلے طے ہو جائیں گے اور دستور بن جائے گا تو اس کی منظوری برطانیہ سے لینی ہوگی اور یہ منظوری اسی وقت ملے گی جبکہ برطانوی حکمرانوں کی تمام شرطیں مان لی جائیں گی۔

یہ تو دستور ساز اسمبلی بنانا نہیں بلکہ اس کا منہ چڑانا ہے۔ یہ تو حقیقت میں وہی پرانی قسم کی گول میز کانفرنس کی تجویز ہے جو نئے رنگ میں پیش کی گئی ہے۔ یہ دستور ساز اسمبلی بھی اسی کی طرح برطانیہ کی حکمرانی میں رہ کر دستور بنانے پر مجبور ہے۔

ہندوستان کی تقسیم

وزارتی مشن نے اپنی تجویز میں ہندوستان کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ (۱) ہندو اکثریتی علاقہ (۲، ۳) مسلم اکثریتی علاقے (۴) دیسی ریاستیں

ہندوستان کی اس تقسیم کو ہندوستان کی مختلف قوموں کے حق خود ارادیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صوبوں کی موجودہ تقسیم قوموں کے اصول پر نہیں کی گئی ہے ایک صوبہ میں ایک قومیت اور ایک ہی زبان اور کلچر والے لوگ نہیں ہیں۔ دیسی ریاستوں کی سرحدیں تو اور بھی زیادہ غیر اصولی ہیں۔ مختلف قوموں کے علاقوں میں سے تھوڑے تھوڑے علاقے لیکر یہ ریاستیں بنائی گئی ہیں۔ ان کے وجود کا تو کوئی جواز ہی نہیں ہو سکتا۔

یہ تقسیم زبردستی عمل میں لائی گئی ہے۔ اسے لوگوں کی خواہشات سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ شمال مغربی صوبہ شمال مغربی گروپ میں شریک کر دیا گیا ہے۔ یہاں کی اسمبلی میں اکثریت کانگریسیوں کی ہے اور وہ اس زبردستی کی گروپ بندی کے خلاف ہے۔ لیکن اسے شمال مغربی گروپ میں شریک ہونے پر مجبور کیا گیا ہے۔ اسی طرح آسام میں غیر مسلموں کی اکثریت ہے اور اس کی صوبائی حکومت نے گروپ بندی کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے لیکن اس کے باوجود اسے شمال مشرقی گروپ میں شریک کر

دیا گیا ہے اور ساتھ ہی انہیں علیحدگی کے حق سے بھی اس وقت تک کے لئے محروم کر دیا گیا ہے جب تک کہ دستور بن کر نافذ نہ ہو جائے۔

اس تقسیم کی وجہ سے کل ہند یونین یا مرکزی حکومت کو بالکل کمزور کر دیا گیا ہے اور اسے ہندوستان کو ترقی دینے کے اختیار سے بالکل محروم کر دیا گیا ہے۔ اس کا تعلق صرف خارجی معاملات۔ دفاع اور رسل و رسائل سے رکھا گیا ہے اور یہی برطانیہ کی اصل ضروریات ہیں اور یہ مرکزی حکومت سارے ملک کے لئے نہ کوئی معاشی خاکہ بندی کر سکتی ہے اور نہ کوئی معاشرتی قانون بنا سکتی ہے۔ اور اس طرح ہندوستان کی معاشی ترقی اور خاکہ بندی میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہے۔ رجعت پسند قوتوں کے ہر طرح ہاتھ مضبوط کئے گئے ہیں۔

اگر کوئی صوبہ یا گروپ ترقی پسند پالیسی اختیار کرتا ہے۔ مزدوروں اور سوشیل خرابیوں کے متعلق مفید قانون بناتا ہے۔ لوگوں کا معیار زندگی بڑھاتا ہے ٹکس بڑھاتا ہے تو ان علاقوں کا سارا سرمایہ کھچ کر پسماندہ علاقوں میں جانے لگے گا۔ خاص طور سے ریاستوں کی طرف۔ یہ رجحان آج بھی نمایاں ہے۔ برطانوی اور ہندوستانی سرمایہ دار ریاستوں میں خوب پیسہ لگا رہے ہیں اور نئی نئی صنعتیں قائم کر رہے ہیں۔

اس گروہ بندی کے نظام سے بڑی رکاوٹیں پیدا ہوں گی اور یہ غالباً قابل عمل بھی ثابت نہیں ہوگا۔ خود مختاری کو اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ خود اسی کا پتہ نہیں چلتا۔

ہندوستان کی اس تقسیم کا منشا یہ ہے کہ یہ ملک طاقتور اور متحد نہ بننے پائے اور مختلف حصوں میں آپس میں کشمکش رہے۔ تاکہ برطانیہ کو بیچ بچاؤ کرنے کے لئے یہاں رہنا ہی پڑے۔

دیسی رجواڑے

اس تجویز کی سب سے نمایاں اور غیر جمہوری خصوصیت یہ ہے کہ دیسی ریاستوں کو مستقل طور پر باقی رکھا گیا ہے یہ ملک کے ایک تہائی رقبہ پر پھیلی ہوئی ہیں اور ان میں پورے ہندوستان کی ایک چوتھائی آبادی بستی ہے۔

ان ریاستوں میں غیر ذمہ دار نوکر شاہی کی حکمرانی ہے۔ بعض ریاستوں میں دکھلانے کے لئے چند نمائندہ ادارے قائم کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن وہ حقیقت میں اپنے حکمرانوں کی مرضی کے تابع ہیں۔ عملاً یہ رجواڑے برطانوی حکومت کے پٹھو ہیں اور اصل حکمران برطانوی رزیڈنٹ ہیں اور یہ رزیڈنٹ حکومت ہند کے پولیٹیکل محکمہ کے تحت ہوتے ہیں۔ پروفیسر ریش بروک ولیمز (جو ایک زمانہ میں ہندوستانی رجواڑوں کے ایک خاص ادارے کے جائنٹ ڈائرکٹر تھے اور ہندوستانی وفد جب گول میز کانفرنس میں گیا تھا تو یہ اس کے مشیر تھے اور ۱۹۲۵ء تک حکومت ہند کے محکمہ اطلاعات کے وہ ناظم بھی رہ چکے ہیں) نے ۱۹۳۰ء میں لکھا تھا۔

"ہندوستانی دیسی ریاستوں کے رجواڑے برطانوی حکمرانوں کے بڑے وفادار ہیں ان میں سے اکثر کا وجود ہی محض برطانوی سنگینوں کے زور پر ہے۔ بہت سارے کا تو اس وقت وجود بھی نہ ہوتا اگر برطانوی فوجیں اٹھارویں صدی کے آخری دور اور انیسویں صدی کے شروع کے دور میں ان کی پشت پناہی نہ کرتیں۔ ان سے خوشگوار تعلقات اور ان کی وفاداری سے برطانیہ کو آج کے مشکل حالات ہیں اور آئندہ آنے والے زمانہ میں جبکہ نئی تبدیلیاں ہونگی بڑی مدد ملے گی۔

یہ جاگیرداری ریاستیں پورے ہندوستان کی ترقی میں حائل ہیں اور اس سے برطانوی مفادات کی بڑی حفاظت ہوتی ہے۔ یہ گویا ہندوستان کے ناقابل اعتبار علاقوں میں ہمارے مضبوط قلعے ہیں۔ اگر ہندوستان میں زبردست بغاوت ہو تو اس کا پورے ملک پر پھیل جانا بہت مشکل ہوگا اس لئے کہ ملک میں ان طاقتور وفادار ریاستوں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔" (ایل۔ ایف۔ رش بروک ولیمز، ایوننگ اسٹینڈرڈ۔ ۲۸ مئی ۱۹۳۰ء)

اس تجویز میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے کہ دیسی ریاستوں میں جمہوری نظام بھی قائم کیا جائیگا۔ ریاستوں سے تصفیہ بات چیت اور باہمی رضامندی پر چھوڑ دیا گیا ہے اور دستور ساز اسمبلی میں مسائل سے نمٹنے کے مسئلہ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائیگا۔

نہ صرف دیسی ریاستوں کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ ان کے ہاتھ اس طرح مضبوط کر دیئے گئے ہیں کہ انہیں ہندوستان کی جمہوری ترقی کا ساتھ دینے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اب تک پیرامونٹسی یا اقتدار اعلیٰ کے اصول کا یہ مطلب لیا جاتا تھا کہ دیسی ریاستیں مرکزی حکومت کے زیر اقتدار رہیں گی لیکن اب وزارتی مشن نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ جب ہندوستان آزاد ہو جائے گا تو یہ پیرامونٹسی کا اصول بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہندوستان کی مرکزی حکومت یا یونین کو ریاستوں پر کوئی اقتدار حاصل نہیں ہوگا۔ اگر اس دوران میں بات چیت اور باہمی رضامندی سے آئندہ کے تعلقات کے متعلق کوئی تصفیہ نہیں ہوا تو ریاستیں قانونی اور سیاسی نقطہ نظر سے بالکل خود مختار اور آزاد رہیں گی۔

دیسی رجواڑوں کو جو بجا طور پر برطانوی سامراج کا پانچواں دستہ (فقرہ کالم) کہلاتے ہیں اس تجویز میں نہایت اہم جگہ دی گئی ہے۔ ایک طرف گروہ بندی اور آپس کی کشمکش کی وجہ سے ہندوستان کی جمہوری ترقی پر برا اثر پڑے گا اور وہ کمزور ہو جائے گی دوسری طرف دیسی ریاستوں کے ذریعہ برطانیہ اپنا اثر اچھی طرح برقرار رکھ سکے گا۔

دیسی ریاستوں میں ان مطلق العنان حکمرانوں کو باقی رکھنا کتنا اہم ہے اس کا ثبوت کشمیر سے ملتا ہے۔ یہاں ایسے زمانہ میں انتہا تشدد اور بربریت کا مظاہرہ کیا گیا جبکہ دہلی میں وزارتی مشن کی بات چیت پورے زوروں پر جاری تھی۔ کشمیر ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہے اور اسے بڑی اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ یہ چین اور سوویٹ روس کی سرحد پر واقع ہے۔ کشمیر نیشنل کانفرنس کے رہنما شیخ عبداللہ اس جرم میں گرفتار کرلئے گئے کہ انہوں نے کشمیر میں جمہوریت قائم کرنے کا مطالبہ کیا اور عہدنامہ کشمیر کے خلاف مہم شروع کی (اس عہدنامہ کی رو سے سو سال ہوئے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے پورا کشمیر موجودہ ڈوگرا خاندان کے ہاتھ صرف پانچ لاکھ پونڈ میں فروخت کردیا تھا) شیخ عبداللہ کی گرفتاری کے ساتھ سارے کشمیر میں مارشل لا نافذ کردیا گیا۔ نہتے عوام پر ہر جگہ گولی چلائی گئی اور سیکڑوں مرد عورتیں اور بچے سڑکوں پر گولیوں کے نشان بنے۔ ہندوستان کے قومی لیڈر نہرو وہاں گئے تو انہیں گرفتار کرلیا گیا، اور یہ سب باتیں وزارتی مشن سے بات چیت کے زمانہ میں ہوئیں۔ کشمیر کی ریاست بغیر برطانوی حکومت اور وائسرائے کی مرضی کے اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔ ایک طرف دہلی میں میٹھی میٹھی باتیں بنائی جارہی تھیں دوسری طرف کشمیر میں دہشت اور خوں ریزی کا دور دورہ تھا۔

آخری فیصلہ برطانیہ کے ہاتھ میں ہے

اس برائے نام دستور ساز اسمبلی میں ایک طرف پھوٹ اور گروہ بندی ہے۔ دوسری طرف رجعت پسند عناصر کو اس میں بڑی قوت حاصل رہے گی۔ اس میں کئی

پابندیاں اور رکاوٹیں پیدا کر دی گئی ہیں اور ان سب کے بعد جو دستور بنے گا اس کی آخری منظوری برطانیہ کے ہاتھ میں ہوگی۔

دستور ساز اسمبلی جو دستور بنائے گی وہ اس وقت تک قانون کی شکل اختیار نہیں کر سکے گا جب تک کہ برطانوی پارلیمنٹ اس کی منظوری نہ دے دے اور یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ یہ منظوری چند شرطوں کی پابند ہوگی۔

وزارتی مشن کے ۲۵ مئی کے بیان میں یہ بات صاف طور سے بتا دی گئی ہے کہ آئندہ چل کر جب ہندوستانیوں کے ہاتھ اقتدار منتقل کیا جائے گا اس وقت دو شرطیں پوری کرنی ضروری ہوں گی

پہلی شرط یہ ہوگی کہ "اقلیتوں کے مفاد کی حفاظت کا پورا اور مناسب انتظام کرنا ہوگا" اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس شرط میں بڑی گنجائش ہے اور اس کی ہر وقت جو چاہیں توضیح کی جا سکتی ہے اور جو بھی دستور بنے اس کی آڑ میں اس میں مداخلت کی جا سکتی ہے۔

دوسری شرط یہ ہے "کہ ہندوستان ملک معظم کی حکومت سے ایک عہد نامہ کرنے پر تیار ہو۔ جس میں وہ تمام مسائل ہوں گے جو اقتدار کی منتقلی سے پیدا ہوں گے"۔

یہ ہر شخص جانتا ہے کہ برطانیہ اور ہندوستان کے "عہد نامہ" کا مفہوم یہ ہے کہ نہ صرف برطانیہ کے ہندوستان کے معاشی مفادات کا تحفظ کیا جائے بلکہ برطانیہ اور ہندوستان کے فوجی تعاون کا مسئلہ بھی اس میں شریک رہے۔

سامراج ہندوستان نہیں چھوڑ رہا ہے

ان چیزوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ ظاہر ہے۔ برطانوی وزارت کی تجویز ہندوستان کی آزادی کی تجویز نہیں ہے بلکہ یہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کا وہی پرانا طریقہ ہے۔ اس نے بھی وہی پرانی حکمت عملی استعمال کی ہے کہ ہندوستانی سیاسی جماعتوں کو ایک دوسرے کے مقابلہ پر کھڑا کرو۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں اور کانگریس کو لیگ کے مقابلہ میں اور رجواڑوں کی رجعت پسند قوت کو ایسی مرکزی حیثیت دو کہ ہندوستان کی آزادی کا یہ تحفہ عمل میں بے معنی ہو کر رہ جائے اور اقتدار انگریزوں کے ہاتھ ہی میں باقی رہے۔

برطانوی سامراج نے اقتدار سے ہاتھ اٹھایا ہے اور نہ قوت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں منتقل کی ہے۔ اس نے اپنی پوری فراست اور صدیوں کے سیاسی تجربہ سے فائدہ اٹھا کر دستور بنانے کی ایک ایسی مشینری قائم کی ہے جس میں قدم قدم پر رکاوٹیں اور جال ہیں اور وہ ہندوستان کی آزادی کا پردہ سامنے رکھ کر اس کی مدد سے پہلے کی طرح معاشی اور سیاسی کنٹرول رکھنا چاہتا ہے۔

اگر ہم ان کی پھیلے دار تقریروں کے جال سے نکل کر حقائق کا جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ معاشی اور فوجی امور کے متعلق اس وقت کیا پالیسی اختیار کی جا رہی ہے تو تمام باتیں بالکل صاف ہو جائیں گی۔

معاشی منصوبے

برطانوی حکومت ہندوستان سے جا رہی ہے یا نہیں اس کا اندازہ ہمیں معاشی امور سے ہو سکتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر برطانوی سامراجی حکومت ہندوستان سے جا رہی ہے تو کیا وہ یہاں کی معاشی زندگی سے بھی اپنا تعلق منقطع کر لے گی؟ گذشتہ چند دنوں کے واقعات اس سوال پر بہت دلچسپ روشنی ڈالتے ہیں۔

جون ۱۹۴۵ء میں ہندوستان کے سب سے بڑے سرمایہ داروں میں سے ایک مسٹر برلا اور انگلستان کی نوفیلڈ کمپنی میں ایک سمجھوتہ ہوا ہے جس کی رو سے دونو مل کر ہندوستان میں موٹریں بنائیں گے اور جیسا کہ اخباروں میں آچکا ہے اس کے لئے دونوں ایک کمپنی بنائیں گے جس میں ۳۰/۲۵ فی صدی سرمایہ نوفیلڈ کا ہوگا۔ اور جس قسم کی گاڑیاں بنائی جائیں گی اس کا ایک نمونہ "ہندوستان ٹن" (ہندوستان نمبر دس) ہے جسے ہر جگہ یہ کہہ کر اچھالا گیا ہے کہ یہ "پہلی ہندوستانی موٹر کار" ہے۔ حالانکہ اس کے سارے کل پرزے مارس گاڑی کے ہیں اور انگلستان میں بنے ہیں صرف یہ یہاں جوڑے گئے ہیں۔ اسی طرح کے ایک اور معاہدہ کا اعلان دسمبر ۴۵ میں ہوا ہے۔ یہ ہندوستان کے سب سے بڑے سرمایہ داروں (کارخانہ داروں) میں سے ایک مسٹر ٹاٹا اور انگلستان کی سب سے بڑی سرمایہ دار کمپنی امپیریل کیمیکلس (آئی۔سی۔آئی) میں ہوا ہے۔ اسی طرح کے کئی اور دوسرے معاہدے ہو رہے ہیں۔

لارڈ ویول وائسرائے ہند نے اسوشی ایٹڈ چیمبر آف کامرس کے کلکتہ کے اجلاس

میں ۱۰ دسمبر ۱۹۴۵ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا "میرا یہ عقیدہ ہے کہ اگر ہندوستانی اور برطانوی کارخانہ دار اچھی اسپرٹ کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں تو اس سے ہندوستان کی صنعتی ترقی میں بہت تیز رفتاری پیدا ہو جائے گی اور یہ بہت فائدہ مند ہوگی۔"

شائد یہ کہا جائے کہ اس میں تو وائسرائے نے صرف باہمی تعاون کا خیال پیش کیا ہے۔ اس لئے پروفیسر اے وی ہل رائل سوسائٹی کے خیالات پیش کرنا مناسب ہوگا انہوں نے برطانوی سرمایہ داروں کے مطالبات زیادہ واضح الفاظ میں پیش کئے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں ہندوستان کا دورہ کرتے ہوئے ایک جگہ کہا۔

"ہندوستانیوں کو یہ بات محسوس کرنی چاہئے کہ برطانوی کارخانہ دار یہ سب چیزیں اس لئے نہیں کریں گے کہ انہیں ہندوستان سے کوئی خاص محبت ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی سرمایہ داروں سے یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہ اپنی دولت اور ہنر سے کوئی ایسی چیز قائم کرنے پر آمادہ ہوں گے جس کے کنٹرول میں ان کا بہت معمولی حصہ رہے۔ اگر یہاں صنعتوں کی ترقی مقصود ہے تو انہیں منافع اور کنٹرول میں پچاس فی صدی حصہ دینا ہوگا۔ پچاس فی صدی کی تجویز کافی معقول ہے۔"

ہندوستان میں برطانوی سرمایہ داروں کے رسالہ "کیپٹل" نے ۱۵ نومبر ۴۵ کی اشاعت میں صاف صاف بلا رد و رعایت لکھا ہے

"برطانوی سرمایہ داروں کا کبھی اس ملک سے جانے کا ارادہ تھا اور نہ آئندہ ہے ان چیزوں سے تو یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انگریز ہندوستان سے جانا چاہتے ہیں۔

LIBRARY No Date

فوجی منصوبے

برطانوی سامراج کے ہندوستان کے متعلق فوجی منصوبے بھی کچھ کم اہم نہیں ہیں برطانوی سلطنت کی حکمت عملی میں ہندوستان کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ برطانوی مقبوضات میں جنوب وسطی ایشیا اور مشرق وسطیٰ کو بہت اہمیت حاصل ہے اور ہندوستان ان دونوں کے بیچ میں ہے اس لئے فوجی نقطۂ نظر سے یہ بہت ہی اہم اور مرکزی ملک ہے۔ ہندوستانی قومی تحریک کے احتجاج کے باوجود ہندوستانی فوجیں برما، ملایا اور انڈونیشیا میں استعمال کی گئی ہیں۔ برطانیہ کی رجعت پسند طاقتیں سوئٹ یونین کے خلاف ایک حلقہ بنانا چاہتی ہیں اور ہندوستان کو اس لحاظ سے بھی کچھ کم اہمیت حاصل نہیں ہے۔ یہ بات بہت نمایاں ہے کہ وزارتی مشن کے ہندوستان کے قیام کے زمانہ میں سوئٹ یونین کے خلاف مختلف اقسام کا پروپگنڈہ تمام ممکنہ ذرائع سے کیا گیا ہے اور ہندوستانی قومی پریس میں بھی اس کی جھلک ملتی ہے۔

درمیانی عرصہ میں نیا دستور بننے تک برطانوی فوجیں ہندوستان میں اسی طرح رہیں گی۔ کمانڈر انچیف راست برطانوی حکومت کے تحت ہوگا۔ ہندوستان میں فوجی انتظام کے متعلق آئندہ ایک خاص سمجھوتہ ہوگا۔

اس کی کوئی علامت نہیں ہے کہ برطانوی حکومت ہندوستان سے اپنی فوجیں ہٹانا چاہتی ہے۔ وزارتی مشن سے جب یہ سوال کیا گیا تھا کہ کیا ہندوستان کو آزادی ملنے کے بعد برطانوی فوجیں یہاں رہیں گی تو اس نے جواب دیا تھا "اگر نئی ہندوستانی حکومت رضامند ہوگی"۔

برطانوی فوجیں ہندوستان سے جائیں گی یا نہیں اس مسئلہ سے زیادہ اہمیت

وہ منصوبے رکھتے ہیں جو ہندوستانی فوج، بحری بیڑے اور ہوائی بیڑے کی نئی تنظیم کے متعلق تیار کئے گئے ہیں۔ ہندوستانی فوجوں کی تنظیم برطانوی کمان میں کی جائے گی اور یہ خیال رکھا جائے گا کہ انہیں برطانوی فوجوں کی حکمت عملی کے تابع رہنا ہے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ یکم اپریل ۱۹۴۷ء تک ہندوستانی فوج کی تعداد چار لاکھ اسی ہزار ہو جائے گی اور افسروں کی تعداد ۸۸۰۰ ہو گی جن میں سے ۵۱۰۰ افسر انگریز ہوں گے۔ مرکزی اسمبلی میں ایک تجویز پیش کی گئی تھی کہ اب آئندہ اگر کسی جونیئر افسر کی جگہ خالی ہو تو اس پر کوئی انگریز نہ لیا جائے اور فوج کو مکمل طور پر ہندوستانی بنانے کے لئے دس سال کی مدت مقرر کر دی جائے۔ حکومت نے اس تجویز کی سختی سے مخالفت کی اور یہ نامنظور ہو گئی

سر آکنلک کمانڈر انچیف نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہاں کی فوج کب پوری طرح ہندوستانی ہو جائے گی۔ ممکن ہے اس میں دس سال لگیں بیس سال لگیں یا اور زیادہ لگیں۔

موجودہ پالیسی کی تائید میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ ٹریننگ پائے ہوئے ہندوستانیوں کی بڑی کمی ہے لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جنگ کے زمانہ میں جن نوجوان افسروں کو عارضی کمیشن دیا گیا تھا اور فوجی تربیت دی گئی تھی ان میں سے بہت بڑی تعداد کو فوج سے واپس کر دیا گیا ہے۔ اور جن لوگوں نے مستقل کمیشن کے لئے درخواست دی تھی ان میں سے صرف ایک تہائی کی درخواستیں منظور کی گئی ہیں۔ ہندوستان کی فوجی اکاڈمی میں تعلیم کے لئے ۱۲۳۶ درخواستیں آئی تھیں جن میں سے صرف ۱۲۶ منظور ہوئیں۔

ہندوستانی ہوائی بیڑے کے متعلق یہ تجویز ہے کہ دس اسکوئڈرن قائم ہونگے

اس لئے کہ یہ توقع ہے کہ یہ برطانوی شاہی بیڑے کے تعاون سے کام کریں گے
جنگ کے زمانہ میں ۱۳۸۴ ہندوستانی افسر اور پائلٹ تھے جن میں سے ۹۵۵
نے مستقل کمیشن کے لئے درخواست کی تھی اور اپریل ۱۹۴۶ء کے ختم تک صرف
۱۰۷ درخواستیں منظور کی گئیں۔

گذشتہ ہڑتال کے بعد سے شاہی ہندوستانی بیڑے میں سے ایسے تمام
آدمی نکالے جا رہے ہیں جن کے متعلق قومی یا انقلابی تحریکوں سے ہمدردی رکھنے
کا شبہ ہے اور ان کی جگہ دو سو مزید برطانوی کمیشن افسر رکھے جا رہے ہیں۔
ان کے علاوہ ریاستوں کی اپنی علیحدہ فوجیں اسی طرح برقرار رکھی جا رہی ہیں
بلکہ ان کو اور طاقتور بنایا جا رہا ہے۔ حیدرآباد نے اعلان کیا ہے کہ جنگ کے زمانہ
میں اس کے پاس ایک لاکھ فوج تھی اور اب اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔
نوانگر نے پورا ایک ہوائی بیڑہ رکھنے کا تصفیہ کیا ہے اور اس کے لئے انگریز افسر
رکھے جا رہے ہیں۔ برطانوی ہوائی بیڑے کا ہیڈ کوارٹر ایک دیسی ریاست میسور
میں قائم کیا گیا ہے۔ سیکا اور وایراول کی ریاستوں میں نئی فوجی بندرگاہیں
بنائی جا رہی ہیں اور بھوپال اور وزیگاپٹم کو ترقی دی جا رہی ہے جن میں سے بھوپال
کی بندرگاہ کا مطالبہ ریاست میسور کر رہی ہے اور وزیگاپٹم کا ریاست حیدرآباد۔

ان تمام تیاریوں سے تو یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ برطانوی
فوجوں کا ہندوستان سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ان منصوبوں سے یہ بھی پتہ
چلتا ہے کہ برطانوی حکومت ایک طرف آزادی کا اعلان کر رہی ہے اور دوسری
طرف اپنا فوجی قبضہ باقی رکھنے کی پوری تیاری کر رہی ہے۔

ہندوستان کی آزادی کی لڑائی

ہندوستان کی آبادی کا بہت بڑا حصہ مکمل آزادی چاہتا ہے۔ برطانوی حکومت سے نفرت بہت شدید ہے اور اس کا اظہار مختلف شکلوں میں ہوتا رہتا ہے۔

برطانوی وزارتی مشن کی حکمت عملی اور چالبازی ہندوستانیوں میں پھوٹ ڈالنے میں عارضی طور سے ممکن ہے کامیاب ہو جائے اور کسی قدر پریشان خیالی پیدا ہو جائے اور حقیقی آزادی کے حاصل کرنے میں کسی قدر دیر ہو جائے۔ لیکن یہ چالیں زیادہ دن کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ یہ تجویز بھی کامیاب نہیں ہوگی۔ اس تجویز میں آگے چل کر تعطل آجائے گا اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ عارضی حکومت قائم کرنے کے متعلق بات چیت ناکامی میں ختم ہو گئی اور آخر میں آئی سی۔ ایس افسروں کی ایک ڈکٹیٹر شپ قائم کر دی گئی۔ آنے والے زمانہ میں اس کی ایک اور کوشش کی جائے گی کہ ایک درمیانی عرصہ کی حکومت بنائی جائے جس میں ہندوستانی سیاسی جماعتیں حصہ لیں۔ اور ممکن ہے کہ درمیانی عرصہ کی یہ حکومت بن بھی جائے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس سکیم میں جو تضادات ہیں وہ دور ہو جائیں گے۔

وزارتی مشن کا دعویٰ ہے کہ کانگرس اور مسلم لیگ نے طویل عرصہ (دستور ساز اسمبلی کی) کی تجویز میں منظور کر لی ہیں (لیگ نے گذشتہ ماہ یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ اپنی منظوری واپس لیتی ہے اور یہ تجویز رد کرتی ہے۔ مترجم) اگرچہ کہ وہ

عارضی حکومت میں شریک ہونے کے لئے کسی سمجھوتے پر نہیں پہنچ سکیں۔

یہ صحیح نہیں ہے۔ کانگرس کی مجلس عاملہ نے ۲۶ جون کی قرارداد میں اس کا اعلان نہیں کیا ہے کہ اس نے طویل عرصہ کی تجاویز مان لی ہیں۔ کانگرس نے اپنی قرارداد میں ان تجاویز کی "خامیوں" پر زور دیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ کانگرس کا مقصد "فوری آزادی" اور سوشیل ترقی ہے اور اعلان کیا ہے کہ یہ تجویز کانگرس کے مقاصد کو پورا نہیں کرتی۔ کانگرس نے اپنی قرارداد میں یہ نہیں کہا ہے کہ وہ برطانوی وزیروں کی تجویز منظور کرتی ہے بلکہ وہ دستور ساز اسمبلی میں اس لئے شریک ہوگی تاکہ آزاد متحدہ اور جمہوری ہندوستان کا دستور بنائے۔

کانگرسی لیڈروں نے یہ بات بھی صاف کردی ہے کہ وہ دستور ساز اسمبلی میں جانے کے بعد تمام چیزوں کا وہی مطلب نکالیں گے جو وہ اپنے قانونی مشیروں کی مدد سے سمجھیں گے۔ کسی اور کی توجیہہ کو وہ تسلیم نہیں کریں گے۔ انہوں نے یہ بات صاف کردی ہے کہ وہ جبری گروہ بندی کو تسلیم نہیں کریں گے اور جبری گروہ بندی پوری اسکیم کا مرکزی جز ہے۔ اور اس طرح مختلف جماعتوں کی لڑائی دستور ساز اسمبلی میں منتقل ہوگئی ہے۔ یہ اسمبلی ایک نیا میدان کارزار بن جائے گی۔

مسلم لیگ نے یہ بات صاف کردی ہے کہ وہ دستور ساز اسمبلی میں اس لئے حصہ لے گی کہ پاکستان کے لئے لڑائی کو آگے بڑھا سکے۔ اس نے اس تجویز کی یہ توجیہہ کی ہے کہ "اس پر پاکستان کی بنیاد قائم ہوجاتی ہے" اور اعلان کیا ہے کہ "اس کا مطمح نظر مکمل آزاد پاکستان رہے گا اور اس میں کوئی ترمیم نہیں کی جائے گی۔" ہندوستان کا کوئی ذمہ دار لیڈر اس تجویز کو آزادی کی تجویز

نہیں سمجھتا جن لوگوں نے اس تجویز کے منظور کرنے کی سفارش کی ہے انہوں نے بھی اس کی یہ وجہ بتلائی ہے کہ ان کے سامنے اس وقت اس کا کوئی دوسرا بدل نہیں ہے۔

برطانیہ کے عوام کو کیا کرنا چاہیے

ہم برطانیہ کے لوگوں کا اس سلسلہ میں کچھ فرض ہے۔ حکومت اور برطانیہ کا پریس برابر یہ پروپگنڈا کر رہا ہے کہ برطانوی مشن کی تجویزیں ایسی ہیں جن سے ہندوستان کو مکمل آزادی مل جاتی ہے۔ اور ہندوستانی عوام کو اس کا پورا حق مل جاتا ہے کہ وہ اپنے ملک کا دستور خود آپ بنائیں۔ برطانیہ کے عوام نے ابھی تک حالات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ہے۔ انہیں اس کا بہت کم احساس ہے کہ اس بات چیت کے نتیجہ سے ہندوستان کے عوام میں کس قدر مایوسی اور غصہ ہے۔

دونوں ممالک کے آئندہ کے تعلقات کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ صحیح صورت حال کو سمجھا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کو حقیقی آزادی دینے کر اس پالیسی کو عملی شکل دی جائے جس کا وعدہ لیبر حکومت نے کیا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس پالیسی کو انگلستان کی آبادی کی اکثریت پورا ہوتا دیکھنا چاہتی ہے۔

اس کے لئے ہمیں برطانوی حکومت سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ وزارتی

مشن کی تجویزوں کی کمزوریوں کو دور کرے۔ خاص طور سے مندرجہ ذیل باتیں کی جائیں۔

۱۔ سب سے پہلے ہندوستان کی مکمل آزادی کا اعلان کیا جائے اور اس کے بعد اقتدار کی منتقلی کے متعلق بات چیت شروع کی جائے۔

۲۔ ہندوستانی صوبوں کی زبان اور کلچرل زندگی کے لحاظ سے نئے سرے سے تقسیم کی جائے تاکہ اگر کوئی علاقہ چاہے تو اپنا حق خود ارادیت استعمال کر سکے۔ ساتھ ہی تمام بالغوں کے ووٹ سے جمہوری اصولوں پر دستور ساز اسمبلی منتخب کی جائے۔

۳۔ تمام اختیارات ایک عارضی قومی حکومت کے ہاتھ میں منتقل کر دیئے جائیں۔ یہ قومی حکومت کانگرس اور لیگ کے لیڈروں پر مشتمل ہو گی۔ بشرطیکہ ان میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے اگر سمجھوتہ نہ ہو سکے تو اکثریتی جماعت یعنی کانگرس کے ہاتھ میں اقتدار منتقل کر دیا جائے جس پر اس کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ حالات کا مقابلہ کرے اور ملک کی ضروریات پورا کرے اور برطانوی حکومت سے اس وقت تک بات چیت جاری رکھے جب تک کہ خود مختار دستور ساز اسمبلی قائم نہ ہو جائے اور وہ ہندوستان کا نیا دستور اور نئی حکومت نہ بنا لے

آزادی کی اساس پر اس قسم کا سمجھوتہ نہ صرف ہندوستان کے چالیس کروڑ انسانوں کے مفاد کے لئے ضروری ہے بلکہ تمام دنیا کی جمہوریت اور امن کے لئے بھی یہ ضروری ہے اور یہ خود برطانوی عوام کے مفاد میں ہے کہ وہ اس سامراجی اور لوٹ کھسوٹ کے دور کو ختم کریں۔ اس سے صرف

چند آدمیوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور ہندوستان اور انگلستان دونوں ممالک کے عوام کو تباہی کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ آزادی اور مساوات کی بنیاد پر برطانیہ اور ہندوستان کے عوام میں تعاون پیدا کیا جائے جس سے دونوں ہمیشہ فائدے میں رہیں گے۔

محمد کلیم اللہ نے کوآپریٹو کیپٹل پریس میں طبع کروا کر
پدگر لیسیو بک کلب ۱۱۴ میکلوڈ روڈ لاہور سے شائع کیا

قومی دارالاشاعت کی کتابیں

بھگت سنگھ اور ان کے ساتھی از اجئے گھوش ہندوستان کے مشہور انقلابی اور ان کے ساتھیوں کی جانبازی اور حب الوطنی کی ولولہ انگیز کہانی جسے ان ہی کے ایک ساتھی نے مرتب کی ہے۔ قیمت ۸ ر

غدر پارٹی کے انقلابی ہندوستان کے وہ پہلے انقلابی جنہوں نے سب سے پہلے مکمل آزادی کا نعرہ بلند کیا سیکڑوں آدمی کالے پانی اور پھانسی کے تختوں کی نظر کئے اور جن میں سے بہت سارے آج ملک کی آزادی کی جنگ میں بہت نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔ قیمت ۸ ر

موت کے غار از ایس۔ اے ڈانگے ہندوستان کے مشہور مزدور لیڈر اور کل ہند ٹریڈ یونین کانگرس کے نائب صدر نے اس میں ہمارے ملک کے کوئلہ کی کانوں میں کام کرنے والوں کی زندگی۔ ان کی زبوں حالی اور کشمکش کا مرقع پیش کیا ہے۔ قیمت ۳ ر

ایران کی بیداری از علی اشرف ایران نے گذشتہ ایک سال میں بین الاقوامی سیاست میں نمایاں جگہ حاصل کر لی ہے اور بہت تیزی سے انقلابی منزلیں طے کرتا ہوا جمہوریت اور خود مختاری کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اس کتاب میں ایران کی سو سالہ تاریخ کے پس منظر میں اس جدوجہد کی مکمل اور نہایت معتبر تفصیل پیش کی گئی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

مارکسزم کیا ہے؟ از ایل برنس

مارکسی اصولوں۔ اشتراکیت اور کمیونزم وغیرہ کے نام تو ہم روز سنتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہیں جو ان کے حقیقی اصولوں سے واقف ہیں۔ اردو میں اولاً ان پر کتابیں بہت کم ہیں اور جو ہیں بھی وہ بہت نامکمل ہیں۔ اس کتاب میں انگلستان کے ایک مشہور عالم نے مارکسی اصولوں کی بہت ہی سادہ انداز میں تفصیل بیان کی ہے اور اس کے عملی اور نظری پہلوؤں پر نہایت مبسوط [illegible] ڈالی ہے قیمت ۱۲ر

اشتراکی سماج از ڈین آف کنٹربری

گذشتہ ۲۵، ۳۰ سال میں سوئٹ یونین کے خلاف جتنی باتیں پھیلائی گئی ہیں اتنی باتیں شاید ہی کسی ملک کے متعلق کہی گئی ہوں گی۔ انگلستان کے یہ مشہور پادری بھی اس سے متاثر ہوئے لیکن وہ ایماندار اور حق پسند تھے اور ان افواہوں کی جانچ کرنے وہ سوئٹ روس گئے اور کافی عرصہ وہاں رہ کر وہاں کی زندگی کا مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں اشتراکی سماج پر روشنی ڈالی ہے۔

قیمت ۸ر

کانگرس ورکنگ کمیٹی کے نام کمیونسٹ پارٹی کا جواب از پورن چند جوشی

گذشتہ چند ماہ میں ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کے متعلق طرح طرح کا پروپگنڈہ کیا گیا ہے اور اس کا شکار کانگرس ورکنگ کمیٹی بھی ہوگئی اور اس نے کمیونسٹ پارٹی کو الزامات کی ایک فہرست پیش کی۔ اس کے جواب میں پورن چند جوشی جنرل سکرٹری کمیونسٹ پارٹی نے گذشتہ پانچ سال کی ملک کی سیاسی حالت پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

قیمت چار روپے (للعہ)

سب کو غذا ملے از گنگا دھر اوھیکاری۔ ملک کی غذائی صورت حال اور

اس کے حل پر نہایت اہم کتاب ؛ قیمت چار آنے

سب کو روزگار ملے از بی ٹی رندیوے

جنگ کے بعد کی ہندوستان کی معاشی زندگی اور بے روزگاری پر نہایت مستند کتاب ؛ قیمت پانچ آنے

ادبی کتابیں

سرخ ستارہ سوئٹ یونین کو اردو شاعروں کا خراج تحسین اس میں اقبال سے لیکر آج تک کے تمام شاعروں کی نظموں کا انتخاب۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے

رامش و رنگ شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی کی تازہ ترین نغموں۔ رباعیوں۔ غزلوں اور گیتوں کا مجموعہ جس میں ان کی ایک سب سے اعلیٰ اور طویل نظم بھی شریک ہے ؛ قیمت چھ روپے آٹھ آنے

وقت کی آواز از جوش ملیح آبادی کانگرس۔ لیگ اور کمیونسٹ پارٹی۔ سے مادر وطن کا خطاب۔ جوش ملیح آبادی کی معرکتہ الآرا طویل نظم ؛ قیمت ۱۲ ر

جمہور از علی سردار جعفری ہندوستان جنت نشان۔ اس کی دولت اور افلاس کا مرقع۔ علی سردار جعفری کی مشہور مثنوی جو سیکڑوں کی تعداد میں اب تک فروخت ہو چکی ہے ؛ قیمت ۲ ر

زبیدہ از خواجہ احمد عباس خواجہ صاحب کا مشہور ڈرامہ۔ جو بمبئی اور دوسرے مقامات پر کئی مرتبہ اسٹیج ہو چکا ہے۔ قیمت ایک روپیہ

SABHA AMBPHALLA
LIBRARY
JAMMU

کل ہند انجمن ترقی پسند مصنفین کی سہ ماہی کتاب جس میں ملک کے اعلیٰ ترین ادیبوں کے افسانے۔ مقالے اور نظمیں شائع ہوتی ہیں۔ جسے کرشن چندر احمد عباس۔ سردار جعفری اور کیفی اعظمی مرتب کرتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

نئی صبح مترجمہ ل احمد سوئٹ یونین کے ایک مشہور ناول کا ترجمہ۔ قیمت ایک روپیہ

زیر طبع کتابیں

وزارتی مشن از رجنی پام دت قیمت چھ آنے ۔ **کشمیر** رومیش چندر قیمت چار آنے

کشمیر کو سلام کشمیر پر جوش۔ حفیظ۔ علی سردار۔ ساحر وغیرہ کی نظمیں اور احمد عباس وغیرہ کی کہانیاں ۔ قیمت چار آنے

گنجینہ ۔ مجموعہ کلام یگانہ لکھنوی ۔ قیمت چار روپے

منتخب سوئٹ افسانے مرتبہ ل احمد انقلاب سے بعد کے ابتک کے افسانوں کا نادر مرقع ۔ قیمت

اشتراکی روس انگلستان کے مشہور پادری ڈین آف کنٹربری کی مشہور کتاب کا ترجمہ جو صرف انگریزی میں ایک کروڑ سے زیادہ بک چکی ہے اور اٹھارہ زبانوں میں اس کا ترجمہ چھپ چکا ہے ۔ قیمت تقریباً دو روپے

صبح سمرقند ۔ مترجمہ پروفیسر احتشام حسین " " تین روپے

نیا پنجاب ۔ پنجاب کے زرعی نظام اور اسکی معاشی اور سیاسی زندگی پر نہایت اہم کتاب قیمت تقریباً ایک روپیہ

نیا ہندوستان از رجنی پام دت مترجمہ ڈاکٹر محمد اشرف ۔ ہندوستان کی سیاسی اور معاشی زندگی پر نہایت مکمل اور سب سے اچھی کتاب قیمت تقریباً پانچ روپیہ

اس کے علاوہ دوسرے تمام ترقی پسند اشاعت گھروں کی کتابیں یہاں سے مل سکتی ہیں

پتہ:۔ **قومی دارالاشاعت** ۔ وائی۔ ایم سی۔ اے بلڈنگ مال روڈ ۔ لاہور